روضۃ الاولیاء

یعنی خلد آباد (مہاراشٹر) کے دس ممتاز اولیاء کے مستند حالات

•

تالیف

علامہ سید غلام علی آزاد بلگرامی

ترجمہ

پروفیسر نثار احمد فاروقی

297.6
ر 57 غ
11840

Marfat.com

Marfat.com

QAZI MAHMOOD-UL-HAQ
COLLECTION
PUNJAB UNIVERSITY LIBRARY
LAHORE

روضۃ الاولیاء

یعنی خلدآباد (مہاراشٹر) کے دس ممتاز اولیاء کے مستند حالات

فارسی متن مع اردو ترجمہ و حواشی

219339

تالیف

علامہ سید غلام علی آزاد بلگرامی

تصحیح متن، ترجمہ اور حواشی

پروفیسر نثار احمد فاروقی

صدر شعبۂ عربی، دہلی یونیورسٹی، دہلی ۷

Marfat.com

۲۹۷۶۴۹۲
ع
۱۸۷
۱۱۸۲۰۶

سلسلۂ مطبوعات / ۶ ــــــــــــ جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب : روضۃ الاولیاء
مؤلف : علامہ سید غلام علی آزاد بلگرامی
متوفی ۲۱ ذی قعدہ ۱۲۰۰ھ/۱۵ ستمبر ۱۷۸۶ء
مترجم : پروفیسر نثار احمد فاروقی
کتابت : رحمت علی خاں رام پوری
طباعت اوّل : ۱۹۹۶ء/۱۴۱۶ھ
تعداد : ایک ہزار
مطبع : لبرٹی آرٹ پریس، پٹوڈی ہاؤس۔ دہلی ۲
زیر اہتمام : ڈاکٹر محمد شعائر اللہ خاں وجیہی

ناشر : ادارہ نشر و اشاعت، جامع العلوم فرقانیہ
مستن گنج۔ رام پور (یوپی) ۲۴۴۹۰۱
فون نمبر
(0595)25941

قیمت = / Rs. 125

PUNJAB UNIVERSITY LIBRARY LAHORE
QAZI

ملنے کے پتے

۱ ـــ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ اردو بازار۔ جامع مسجد۔ دہلی ۶
۲ ـــ دانش محل۔ امین الدولہ پارک۔ لکھنؤ ۱۸
۳ ـــ بک اسٹال۔ روزنامہ سیاست۔ جواہر لال نہرو روڈ۔ حیدر آباد
۴ ـــ بک اسٹال۔ درگاہ حضرت بندہ نواز گیسو دراز۔ گلبرگہ (کرناٹک)
۵ ـــ حنیفیہ بک سینٹر۔ چوک مسجد۔ اورنگ آباد (مہاراشٹر)

Marfat.com

فہرست

مقدمہ :	از : پروفیسر نثار احمد فاروقی	۵
دیباچہ :	از : علامہ غلام علی آزاد بلگرامی	۱۳
۱ ـــ حضرت مولانا برہان الدین غریب ہانسویؒ		۱۶
۲ ـــ حضرت شیخ منتجب الدین زرزری زربخشؒ		۲۸
۳ ـــ حضرت امیر حسن علاء سجزی دہلویؒ		۳۰
۴ ـــ حضرت سید یوسف حسینی راجو قتالؒ		۳۳
۵ ـــ حضرت سید محمد حسینی گیسو درازؒ		۳۴
۶ ـــ حضرت مولانا فرید الدین ادیبؒ		۴۰
۷ ـــ حضرت خواجہ حسین شیرازیؒ		۴۱
۸ ـــ حضرت شیخ زین الدین داؤد حسین شیرازی دولت آبادیؒ		۴۱
۹ ـــ حضرت شاہ جلال ملقب بہ گنجِ رواں سہروردیؒ		۵۸
۱۰ ـــ حضرت شاہ خاکسارؒ		۵۹
۱۱ ـــ غلام علی آزاد بلگرامی (مؤلف)		۶۲
حواشی		۶۴

Marfat.com

(۲)

فارسی متن

فہرست

دیباچہ از : علامہ غلام علی آزاد بلگرامی ۷۳

۱ ـــ حضرت مولانا برہان الدین غریب ہانسویؒ ۷۵

۲ ـــ حضرت شیخ منتجب الدین زرزری زربخشؒ ۸۵

۳ ـــ حضرت امیر حسن علاء سجزی دہلویؒ ۸۷

۴ ـــ حضرت سید یوسف حسینی راجو قتالؒ ۸۹

۵ ـــ حضرت سید محمد حسینی گیسو درازؒ ۸۹

۶ ـــ حضرت مولانا فرید الدین ادیبؒ ۹۵

۷ ـــ حضرت خواجہ حسین شیرازیؒ ۹۶

۸ ـــ حضرت شیخ زین الدین داؤد حسین شیرازی دولت آبادیؒ ۹۶

۹ ـــ حضرت شاہ جلال ملقب بہ گنج رواں سہروردیؒ ۱۱۰

۱۰ ـــ حضرت شاہ خاکسارؒ ۱۱۱

۱۱ ـــ غلام علی آزاد بلگرامی (مؤلف) ۱۱۴

Marfat.com

مقدمہ

زیرِ نظر کتاب تذکرۂ روضۃ الاولیاء علامہ غلام علی آزاد بلگرامی علیہ الرحمۃ کی تالیف ہے۔ یہ ایک بار ۱۳۱۰ھ/۹۳-۱۸۹۲ء میں اورنگ آباد سے شائع بھی ہو چکی ہے۔ میں نے اس کے ایک معتبر نسخے کا عکس حاصل کیا تھا جسے اردو ترجمہ اور حواشی کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

علامہ آزاد بلگرامی عربی، فارسی، اسلامیات، تاریخ، تذکرہ، بلاغت، عروض وغیرہ مشرقی علوم کے نہایت بلند پایہ عالم، نقاد اور محقق ہیں۔ انھوں نے مسلمانانِ ہند کی علمی اور ثقافتی تاریخ کی جتنی خدمت کی ہے اس کے لیے علمی دنیا ہمیشہ اُن کی مرہونِ منت رہے گی۔ واقعہ یہ ہے کہ آزاد مرحوم کے بعد ان علوم میں اِس پائے کا دوسرا کوئی عالم آج تک پیدا نہیں ہوا اور اب تو: آن قدح بشکست وآن ساقی نماند!

آزاد بلگرامی جو خود کو حسینی نسباً، واسطی اصلاً، بلگرامی مَوطناً، حنفی مذہباً اور چشتی مسلکاً لکھتے ہیں۔ ۲۵ صفر ۱۱۱۶ھ (مطابق ۲۹ جون ۱۷۰۴ء) کو بلگرام میں پیدا ہوئے۔ فارسی کی درسی کتابیں میر طفیل محمد[1] بلگرامی سے پڑھیں۔ پھر لغت، حدیث، سیرِ نبوی وفنونِ ادبیہ کی تحصیل علامہ عبدالجلیل بلگرامی[2]

---

[1] یہ اترولی (ضلع علی گڑھ) کے باشندے تھے، ۷ ذی الحجہ ۱۰۷۳ھ (مطابق ۱۲ جولائی ۱۶۶۳ء) کو پیدا ہوئے۔ سید قطب الدین شمس آبادی سے تحصیلِ علم کی اور بلگرام میں سکونت اختیار کر لی تھی، وہاں تقریباً (۷۰) سال تک درس دیا۔ آزاد اور ان کے بھائی میر یوسف دونوں اُن کے شاگرد ہیں۔ ۲۴ ذی الحجہ ۱۱۵۱ھ (۴ اپریل ۱۷۳۹ء) بلگرام میں انتقال ہوا اور میر عبدالجلیل بلگرامی کے جوار میں جانب شرق مدفون ہوئے (سروِ آزاد)۔ [2] سروِ آزاد ص ۲۵۳ تا ۲۸۶

Marfat.com

متوفی ۲۳ ربیع الثانی ۱۱۳۸ھ (۲۸ دسمبر ۱۷۲۵ء) اور اُن کے فرزند میر سید محمد بلگرامی[۱] متوفی[۵] سے علمِ عروض و قافیہ و بلاغت وغیرہ کا درس لیا۔

۱۱۳۷ھ (۲۵-۱۷۲۴ء) میں آزاد نے میر سید لطف اللہ بلگرامی[۲] (متوفی ۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۱۴۳ھ مطابق ۲۶ نومبر ۱۷۳۰ء) سے سلسلہ چشتیہ میں بیعت کی۔ ۱۱۴۳ھ (۱۷۳۴ء) میں میر سید محمد بلگرامی نے جو اپنے والد کی جگہ بھکر اور سیوستان (سندھ) کے وقائع نگار تھے، طویل رخصت لی اور آزاد بلگرامی کو اپنا منصرم بنا کر وہاں چھوڑا۔ ۱۱۴۷ھ (۱۷۳۸ء) تک آزاد علاقہ سندھ میں رہے[۳]۔

۱۱۵۰ھ/۱۷۳۷ء میں سفرِ حج کے لیے روانہ ہوئے جس کی تاریخ "سفرِ خیر" کہی، ۱۱۵۱ھ/۱۷۴۰ء میں حج کیا۔ اس کی تاریخ "عملِ اعظم" ہے۔ ۱۱۵۲ھ/۱۷۴۰ء میں ہندوستان واپس آئے جس کی تاریخ "سفر بخیر" نکلی۔ مدینہ منورہ میں اُس عہد کے ممتاز محدث شیخ محمد حیات مدنی سے صحیح بخاری کی قرأت کی اور صحاحِ ستّہ وغیرہ کتبِ حدیث کی اجازت حاصل کی۔ مکہ معظمہ میں شیخ عبدالوہاب طنطاوی متوفی ۱۱۵۷ھ/۱۷۴۴ء بلند پایہ عالم تھے۔ اُن کی صحبت سے استفادہ کیا۔ واپسی میں بندر سورت پر اُترے اور وہاں سے دکن کی طرف چلے گئے۔ ۲۷ ذی قعدہ ۱۱۵۲ھ (۲۴ فروری ۱۷۴۰ء) کو اورنگ آباد میں وارد ہوئے۔ ۲ رمضان ۱۱۵۴ھ/۱۱ نومبر ۱۷۴۱ء کو بیدر کی سیاحت کے لیے نکلے، ۱۴ محرم ۱۱۵۵ھ/۱۱ مارچ ۱۷۴۲ء کو حیدرآباد آئے اور ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۱۵۵ھ/ ۱۸ جولائی ۱۷۴۲ء کو اس سفر سے اورنگ آباد واپس پہنچے۔

اُسی زمانے میں اُن کی ملاقات ریاست حیدرآباد کے بانی نواب نظام الملک آصف جاہ اول کے فرزند نظام الدّولہ ناصر جنگ سے ہوگئی جو ۱۱۵۸ھ/۱۷۴۵ء میں اورنگ آباد کے صوبیدار مقرر ہوئے۔ اگلے سال ۱۱۵۹ھ/۱۷۴۶ء میں آزاد نے اُن کے ساتھ دھاروار کا سفر کیا۔ نواب ناصر جنگ نے اپنی شہادت (۱۷ محرم ۱۱۶۴ھ/مطابق ۱۶ دسمبر ۱۷۵۰ء) تک ہمیشہ اپنی رفاقت میں رکھا۔ اُن کے ہم رکاب ہوکر آزاد نے میسور، سری رنگاپٹن، مدراس، پانڈیچری، اَدونی وغیرہ کے علاوہ وسطِ ہند میں نربدا کے علاقے تک سیاحت کی۔ نواب ناصر جنگ نے انھیں اورنگ آباد کے

---

[۱] سروِ آزاد ص ۲۹۰ [۲] مآثر الکرام (حصہ اول) طبع ۱۹۱۰ء ص ۱۱۳ [۳] سروِ آزاد ص ۲۹۰۔

Marfat.com

پاس موضع ہرسول جاگیر میں دیا تھا۔ انھوں نے اپنی زندگی کے ۴۸ سال اورنگ آباد میں گذارے عرب کے علماء نے اُن کے نعتیہ قصائد سُن کر حسّانُ الہند خطاب دیا تھا تو دربارِ دکن نے سراج المحدثین اور رئیس العلماء کے خطابات سے نوازا۔

انھوں نے اورنگ آباد کو علوم مشرقیہ کا مرکز بنا دیا تھا اور بہت سے شاگردوں کی تربیت کی جن میں لچھمی نراین شفیق (مؤلف گلِ رعنا و چمنستانِ شعراء وغیرہ) میر عبدالقادر مہربان، عبدالوہاب افتخار (مؤلف تذکرۂ بے نظیر) ضیاء الدین برہان پوری، ہیم چند عرف متخلص لال وغیرہ نمایاں ہیں۔

صمصام الدولہ شاہنواز خاں کے قتل ہو جانے کے بعد (رمضان ۱۱۷۱ھ/مئی ۱۷۵۸ء) ان کے مسوّدات فراہم کر کے تذکرۂ مآثر الامراء کی تکمیل بھی آزاد بلگرامی نے کی تھی۔

اورنگ آباد میں اُن کا قیام "پن چکی" پر شاہ مسافر کے تکیے میں رہتا تھا[1]۔ ۲۱ ذی قعدہ ۱۲۰۰ھ/ ۱۵ ستمبر ۱۷۸۶ء کو وفات پائی اور خلد آباد میں امیر حسن علا سجزی دہلوی علیہ الرحمۃ کے مزار کے قریب جانبِ غرب مدفون ہوئے۔[2]

اولاد

آزاد کی اولاد میں ایک فرزند نور الحسین تھے، ان کی وفات[3] آزاد کی زندگی میں ہو گئی تھی، ان کے فرزند سیّد امیر حیدر بلگرامی ہوئے جن کی تاریخِ ولادت میر عبدالوہاب افتخار دولت آبادی نے یوں کہی تھی:

سیّدِ ما شاہِ ما آزاد را	در شبستانِ خلف آمد خلف
خواستم تاریخِ میلادش ز عقل	گفت: مہر انورِ عزّ و شرف

۱۱۶۵ھ

---

[1] متوفی ۴ رجب ۱۱۲۶ھ/۱۷ جولائی ۱۷۱۴ء (مآثر الکرام حصہ اول ص ۱۷۵) [2] آزاد کی ایک ہم عصر قلمی تصویر بھی حیدرآباد میں دستیاب ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ متوسط قامت اور چھریرے بدن کے تھے پٹھے بال رکھتے تھے، مونچھیں بڑی تھیں اور داڑھی فرنچ کٹ جیسی تھی، پگڑی باندھتے تھے اور انگرکھا پہنتے تھے، آنکھیں بڑی بڑی اور بھنویں گھنی تھیں۔ [3] ان کی ولادت ۱۱۴۰ھ میں ہوئی تھی ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ عین عالمِ جوانی میں فوت ہوئے۔

Marfat.com

سیّد امیر حیدر کی شادی کی تاریخ خود آزاد نے کہی :

طرب آورد طوے میر حیدر ‏ ‏ دو چنداں شد بچشم روشنائی
رقم زد مصرع تاریخ آزاد ‏ ‏ ہمایوں باد زیبا کتخدائی

۱۱۸۴ھ

دوسرے فرزند سیّد غلام شاہ کی ولادت ۱۱۴۳ھ/۳۱-۱۷۳۰ء میں ہوئی۔ اُن کا حال آزاد کی ذاتی بیاض سے معلوم ہوتا ہے جو حیدرآباد دکن میں محفوظ ہے۔ اُسی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پوتے کی ولادت کے بعد آزاد نے بلگرام میں ایک حویلی تعمیر کرائی تھی جس کی تاریخ یوں کہی :

مکانِ دل نشینِ میر حیدر ‏ ‏ دہد از دولتِ دائم بشارت
زمن تاریخِ تعمیرِ مبارک ‏ ‏ شنو: باشد ہمایوں این عمارت

۱۱۹۱ھ ۱۷۷۷ء

تصانیف :

علاّمہ غلام علی آزاد بلگرامی صاحبِ تصانیفِ کثیرہ ہیں، اُن میں سے بیشتر شائع ہو چکی ہیں مختصر کیفیت یہ ہے :

۱- مآثر الکرام (حصہ اول) اس میں دو فصلیں ہیں، پہلی فصل میں (۸۰) صوفیہ کا حال ہے۔ فصلِ دوم میں (۷۳) علماء کا تذکرہ ہے جو ابتدائے فتح ہندوستان سے بارہویں صدی ہجری تک ہوئے ہیں۔ یہ تذکرہ (۳۱۱) صفحات پر مشتمل ہے اور مولوی عبداللہ خاں حیدرآبادی کی تصحیح کے ساتھ ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء میں مطبع مفید عام آگرہ سے شائع ہوا تھا۔ اس کی تالیف ۱۱۶۶ھ/۱۷۵۳ء میں تمام ہوئی۔

۲- مآثر الکرام (حصہ دوم) موسوم بہ سروِ آزاد تالیف ۱۱۶۶ھ ۱۷۵۳ء

اس میں ۱۰۰۰ھ سے زمانۂ تالیف تک کے شعرائے فارسی و ہندی کا حال اور نمونہ کلام ہے یہ بھی دو فصلوں پر مشتمل ہے۔ پہلی فصل میں (۱۴۳) شعرائے فارسی ہیں۔ فصلِ دوم میں ہندی (بھاکا) کے آٹھ (۸) شاعروں کا ترجمہ ہے۔ یہ تذکرہ ۱۹۱۳ء میں عبداللہ خاں اور مولوی عبدالحق کی تصحیح و ترتیب کے بعد رفاہ عام پریس لاہور سے طبع ہو کر کتب خانہ آصفیہ (حیدرآباد) سے

Marfat.com

شائع ہوا تھا۔ (تعداد صفحات ۴۱۰)

۳۔ خزانۂ عامرہ : تالیف ۱۱۷۶ھ/ ۳-۱۷۶۲ء تقریباً ۱۳۵ فارسی شعراء کا تذکرہ، اس میں اُن شعراء کو شامل کیا گیا ہے جنھیں اشعار کا کوئی قابلِ ذکر صلہ ملا ہو۔ یہ ۱۸۷۱ء اور ۱۹۰۰ء میں کانپور سے شائع ہوا۔ (صفحات ۴۶۲)

۴۔ سُبحۃ المرجان فی آثارِ ہندوستان (عربی) : تالیف ۱۱۷۳ھ/ ۱۷۶۳ء - ۱۷۶۴ء اس میں چار فصلیں ہیں۔ یہ ۱۳۰۳ھ/ ۱۸۸۶ء میں بمبئی سے شائع ہوا تھا (صفحات ۲۹۸) اس کی ایک اور اشاعت چند سال قبل علی گڑھ سے بھی ہوئی (تحقیق : ڈاکٹر فضل الرحمٰن ندوی)

سُبحۃ المرجان کا ایک نسخہ جو تمام تر آزاد کے قلم سے لکھا ہوا ہے نیشنل بک ڈپو امروہہ کے مالک توفیق احمد قادری چشتی کو ملا تھا جو اب نیشنل میوزیم دہلی میں محفوظ ہے۔

اس میں چار فصلیں ہیں۔ پہلی اور دوسری فصل میں کتاب شمامۃ العنبر فی ما وَرَدَ فی الہند من سیّدِ البشر جو آزاد نے ۱۱۶۲ھ/ ۱۷۴۹ء میں اپنے قیامِ ارکاٹ کے زمانے میں لکھی تھی اور دوسرا رسالہ تسلیۃ الفؤاد[1] شامل ہیں۔ اس کے علاوہ سُبحۃ المرجان میں ہندوستان کے (۴۳) ممتاز علماء کا تذکرہ ہے۔ تیسری فصل میں سنسکرت کے صنائع بدائع، چوتھی فصل میں نایکا بھید (عشّاق اور معشوقات کا بیان) ہے۔

۵۔ غزلان الہند (فارسی) : سُبحۃ المرجان کی تیسری اور چوتھی فصل جسے خود آزاد بلگرامی نے عربی سے فارسی میں منتقل کیا تھا۔

۶۔ مظہر البرکات (عربی) اس کا موضوع تصوّف ہے۔ یہ مثنوی معنوی کے انداز میں عربی نظم میں لکھی ہے۔ اس کے سات دفتر ہیں اور اُن میں (۱۷) حکایتیں بیان ہوئی ہیں۔ اس کا ایک قلمی نسخہ خود آزاد کے قلم سے لکھا ہوا کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد میں محفوظ ہے۔

۷۔ دیوان ہائے عربی : السّبعۃ السیّارۃ۔ یہ عربی نظم کے سات دواوین کا مجموعہ ہے ہندوستان

---

[1] بیاض آزاد میں ہے: "تمت الرسالۃ المُسمّاۃ بتسلیۃ الفُواد فی قصائدِ آزاد فی شہرِ ذی الحجہ سنہ ثمان وستین ومأۃ والف من الہجرۃ النبویہ" یعنی اس کی تالیف ذی الحجہ ۱۱۶۸ھ/ستمبر ۱۷۵۵ء میں تمام ہوئی۔

Marfat.com

کے عربی گو شعراء میں آزاد کے سوا دوسرا کوئی شاعر ایسا نہیں ہے جس کے سات دیوان موجود ہوں۔ اِن کے علاوہ تین دیوان اور بتائے جاتے ہیں۔ اِس طرح عربی کے دس دیوان ہوئے اشعار کی مجموعی تعداد دس ہزار سے زیادہ ہے[۱]۔ عربی دواوین کی مفصّل کیفیت ایک مستقل مضمون کی متقاضی ہے۔

السبعۃ السیّارہ کا انتخاب مطبع آسی لکھنؤ سے ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء میں شائع ہوا تھا — (صفحات ۱۱۶) اِسے آزاد کے بیٹے سید نور الحسین نے ۱۱۶۸ھ/۵۵-۱۷۵۴ء میں مرتب کیا تھا[۲]۔ عربی دیوان کا ایک مخطوطہ کتب خانۂ آصفیہ میں ہے۔ (فن دواوین عربی رقم ۱۰۹-۴۵۴)

۸- ضوءُ الدّراری شرح صحیح البخاری: صحیح بخاری کی یہ شرح کتابُ الزکاۃ کے آخر تک آزاد نے مدینۂ مُنوّرہ کے زمانۂ قیام میں لکھّی تھی۔ اِس میں علّامہ قسطلانی کی شرح کی تلخیص بھی دی ہے۔ اِس کا قلمی نسخہ کتب خانہ ندوۃُ العلماء (لکھنؤ) میں محفوظ ہے۔

۹- دیوانِ فارسی: جس میں ۹ ہزار اشعار ہیں۔ ایک قلمی نسخہ کتب خانۂ رضا رامپور میں محفوظ ہے جسے بخطِ مصنّف بتایا جاتا ہے۔

۱۰- یدِ بیضا (فارسی) تکمیل تالیف ۱۱۴۸ھ/ ۳۶-۱۷۳۵ء

اس میں ۵۳۲ شعراء کا حال اور نمونہ کلام ہے۔ تالیف کا آغاز سیوستان کے زمانۂ قیام میں ہوا تھا۔

۱۱- انیس المحققین: (غیر مطبوعہ) اِس میں اولیاء بلگرام کے حالات و مکتوبات ہیں۔ مآثر الکرام کی تالیف میں اس سے استفادہ کیا گیا ہے۔ خطی نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد میں محفوظ ہے۔ (فن تذکرہ فارسی نمبر ۲۱۳)

۱۲- شفاء العلیل (عربی) (تالیف ۱۱۹۶ھ/۱۷۸۲ء) آزاد بلگرامی نے عربی کے مشہور شاعر ابو الطیّب المتنبّی کے کلام کا ناقدانہ جائزہ لیا ہے اور اُس کی معانی و بیان کی غلطیاں بتا کر ان کی

---

[۱] کتب خانہ سالار جنگ میوزیم میں ارج الصّبا فی مدح المصطفیٰ (۱۱۹۹ھ) کا ایک نسخہ ہے اس کے علاوہ تین دیوان اور ہیں [۲] ایک خطی نسخہ کتب خانہ آصفیہ (حیدر آباد) میں بھی ہے (فن دواوین عربی ۱۱۱۳)۔

Marfat.com

اصلاح بھی پیش کی ہے۔ اس کے دو قلمی نسخے کتب خانہ سالار جنگ میوزیم حیدرآباد میں محفوظ ہیں[۱]۔ یہ راقم الحروف کی تصحیح و حواشی کے ساتھ عربی مجلہ ثقافۃ الہند (جلد ۳۵ ش ۳-۴ نیز جلد ۳۶ ش ۱-۲) میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ عربی زبان و ادب پر آزاد کتنی گہری نگاہ رکھتے تھے۔

اُردو کلام

ابھی تک کسی نے آزاد بلگرامی کے اردو اشعار دریافت نہیں کیے۔ آزاد کی اپنی بیاض میں جو سفرِ حج میں اُن کے ساتھ تھی اور نواب صدیق حسن خاں قنوجی کے پاس بھی رہ چکی ہے اردو کے یہ دو شعر ملتے ہیں جو پہلی بار شائع ہو رہے ہیں:

نہ آیا ایک دن جس بے وفا کا نام جاناں ہے　　کہوں کیا اُس کی بے پروائیوں سے دل پریشاں ہے

بُرا کیوں مانتے ہو میرے صاحب　　بھلا ہم نے سخن تم سوں کیا ہے

۱۳- تذکرہ روضۃ الاولیاء: آزاد بلگرامی نے خلد آباد (مہاراشٹر) کے دس جلیل القدر صوفیہ کا تذکرہ لکھا ہے اور خلد آباد کی مختصر تاریخ اور جغرافیہ کا بیان بھی وضاحت کے ساتھ کیا ہے۔ یہ مختصر سا رسالہ تذکرۂ صوفیہ کے ذخیرے میں ایک اہم اور قابلِ قدر اضافہ ہے جس کی تالیف میں مستند مآخذ سے مدد لی گئی ہے۔ بعض مقامات پر آزاد سے تسامح ہوا ہے یا سہوِ قلم ہے اُس کی ہم نے اختصار کے ساتھ حواشی میں وضاحت کر دی ہے۔ اس کا ایک مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ میں بھی ہے (نمبر ۱۴۸) ایک دو مقامات مغشوش ہونے کی وجہ سے ابھی پڑھے نہیں جا سکے۔ اُن کی تصحیح فی الحال کسی دوسرے نسخے کی دستیابی پر موقوف رکھی ہے۔

خطیبِ اعظم حضرت مولانا وجیہ الدین احمد خاں رحمۃ اللہ علیہ کی مخلصانہ کوششوں سے رام پور میں تعلیم و تدریس کا وہ ماحول پھر پیدا ہو رہا ہے جس کے لیے یہ ریاست زمانہ

[۱] ان میں سے ایک نسخہ ۱۱۹۶ھ کا مکتوبہ ہے۔ اس کے علاوہ کتب خانہ سالار جنگ میوزیم میں لامیۃ الشرق (قصیدہ) (۱۲۰۰ھ) مرآۃ الجمال (۱۲۰۰ھ) اور مظہر البرکات کے ساتوں حصے بھی محفوظ ہیں۔ قصیدہ مرآۃ الجمال عربی میں معشوق کا سراپا ہے۔ یہ آزاد نے ۱۱۸۶ھ/۱۷۷۲ء میں نظم کیا تھا۔

Marfat.com

سابق میں معروف و مشہور رہی ہے۔

جامع العلوم فرقانیہ کے تحت اس وقت ایک درجن سے زیادہ مدارس اور ذیلی ادارے کام کر رہے ہیں اور انھیں خوش اسلوبی سے چلانے کے لیے ملت کا درد رکھنے والی اور علم و فضل نیز مکارم اخلاق سے آراستہ ایک ایسی ٹیم بھی اللہ کی رحمت سے بن گئی ہے جس نے اپنے شب و روز کو تعلیمی فروغ کے لیے وقف کر دیا ہے۔

جامع العلوم نے صرف درس و تدریس پر ہی اکتفا نہیں کیا ہے، عصری تعلیم، دینی تعلیم، فنی تعلیم اور تعلیم نسواں کے ساتھ ہی علمی مذاکرات اور علمی کتابوں کی اشاعت کا سلسلہ بھی شروع کیا ہے جو بحمد اللہ مقبول ہو رہا ہے۔

اس سے پہلے میں نے حضرت نظام الدین اولیا قدس سرہ کے چشم دید حالات پر مشتمل کتاب قوام العقائد کا اردو ترجمہ اسی ادارے کی نذر کیا تھا جو خدا کے فضل سے بہت مقبول ہوا۔ اس کے بعد میری یہ دوسری کوشش بھی اسی ادارے کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

اس کی اشاعت میں مخلصانہ تعاون کے لیے عزیز گرامی ڈاکٹر شعائر اللہ خاں وجیہی حفظ اللہ کا شکریہ ادا کرنا میرا خوشگوار فریضہ ہے۔ جزاہ اللہ خیر الجزا فی الدارین

۱۹ر رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ

(پروفیسر) نثار احمد فاروقی

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے وہ کہ جس کی ذات امکان کے شائبے سے پاک ہے[1]، اور جس کی صفات کائنات کے مراتب میں جلوہ ریز ہیں، ہم تیری حمد کرتے ہیں، اور تیرے حبیبؐ پر صلوٰۃ وسلام بھیجتے ہیں، جنھیں تو نے تمام اِنس وجاں کے لیے مبعوث کیا ہے، اور جنھیں برکت و ایمان کے راستوں کی ہدایت دینے والا بنا کر بھیجا ہے، اور اُن کی آل پر (سلام بھیجتے ہیں) جن سے ہمارے لیے عرفان کے راستے روشن ہوئے، اور اصحاب پر (سلام بھیجتے ہیں) جن کی بدولت یقین کے اَسرار ہم پر ظاہر ہوئے۔

امّابعد: اِن مقدس کلمات کا مؤلّف، فقیر غلام علی المتخلص بہ آزاد جو نسبًا حسینی، اَصلًا واسطی، وطنًا بلگرامی ہے، عرض کرتا ہے کہ سیاحت کے زمانے میں مجھے رہنمائے ازل نے ملکِ دکن میں پہنچایا، اِس سرزمین میں زندگی کے مرحلوں کی ایک مسافت طے ہوئی، اور روضۂ مقدسہ میں آرام کرنے والوں (اللہ اُن کی خواب گاہوں کو منوّر رکھے) کی زیارت سے سرمایۂ سعادت میسر آیا۔ اُن کے حالات اور ملفوظات اَسلاف کی کتابوں میں متفرق نظر آئے تو سروشِ غیب نے اِس عقیدت کیش دل میں یہ بات ڈالی کہ ان کے مقدس حالات اور پاکیزہ ملفوظات کا ایک نمونہ روضۃ الاولیاء کے نام سے ترتیب دوں[2] اور درگاہِ کبریا کے اِن برگزیدہ حضرات کی روحانیت کے جو حقوق میرے ذمّے واجب ہیں، انھیں جہاں تک ہو سکے ادا کروں۔ اللہ ہی سے مدد چاہی جاتی ہے اور اُسی کا بھروسا ہے۔

واضح رہے کہ خجستہ بنیاد اورنگ آباد سے آٹھ اور قلعۂ دولت آباد سے تین کوس کے فاصلے پر شیخ برہان الدین غریبؒ اور امیر حسن دہلویؒ نیز دوسرے بزرگوں (اللہ اُن کی ارواح

Marfat.com

کو پاکیزہ رکھے) کے مزار فائض الانوار ایک بلند پہاڑی پر واقع ہیں، اور لوگوں کے مختلف طبقات اِس باسعادت جگہ پر ساکن ہیں، یہاں کے رہنے والوں کی زبان میں یہ آبادی "روضہ" کے نام سے مشہور ہے۔ جب سلطان اَورنگ زیب عالم گیر نے (اللہ اُن کی روح کو تابناک کرے) اِس جنت نظیر علاقے میں (ابدی) آرام گاہ بنائی تو اُن کے فرزند ارجمند شاہ عالم بہادر شاہ نے قصبے کے اطراف میں پتھر کی ایک مضبوط فصیل بنوادی جس سے شہر میں نیا حسن اور رونق پیدا ہوگئی۔

اِس پہاڑ میں ہندوؤں کا ایک مندر بھی ہے جسے ایلورہ کہتے ہیں، پرانے زمانے میں بُت پرست بادشاہوں کے حکم سے ماہرِ فنِ سنگ تراشوں نے آدھے کوس کے رقبے میں مضبوط بنیادوں اور بلند ستونوں کے بُت خانے بعض تین گھوں کے اور بعض کم کے تراشے ہیں۔ دیواروں کے اوپر یہاں سے وہاں تک مورتیاں تراشی ہیں۔ جس سے ایک کارخانۂ حیرت وجود میں آگیا ہے، اور ان بُت خانوں میں ایک جگہ ایک جھرنا بھی تقریباً سو گز کی اونچائی سے گر رہا ہے گویا ایک عظیم نہر آسمان سے زمین پر نازل ہو رہی ہے۔ یہ عجیب اور دیکھنے کے قابل سیر گاہ ہے۔

قلعہ دولت آباد کے قریب ایک درّہ ہے جسے آب پاش درّہ کہا جاتا ہے۔ یہ پُرفضا جگہ تکونی واقع ہوئی ہے، اِس کے ساقین (تھمب) دو پہاڑ ہیں جو لمبائی اور اونچائی میں برابر ہیں اور قاعدہ (بنیاد) پتھر اور چونے سے نہایت مضبوط اور خوب صورت بنی ہوئی ایک دیوار ہے۔ دونوں پہاڑوں کے درمیان تقریباً دو تہائی زمین میں آموں کے خوب گھنے ہوئے باغ ہیں، جن میں مست مور ہیں، گھنا سایہ ہے، بہتا ہوا پانی اور سرسبز و شاداب پودے ہیں۔ باقی ایک تہائی (زمین) پر دیوار سے ملی ہوئی آب گیر ہے، بہت ہی دل کش اور نہایت فرح انگیز۔ اِس جگہ سنبل بھی کاکل افشانی کرتا ہے اور بے تکلف "وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ وَّمَاءٍ مَّسْكُوْبٍ" (الواقعہ / ۳۱) (پھیلا ہوا سایہ اور بہتا ہوا پانی) کا مضمون آنکھوں سے نظر آتا ہے۔

آب پاش کے نزدیک ایک حوض کا درّہ ہے، بہت چوڑا اور گہرا ہے جسے قُتلُغ خاں نے بنوایا تھا۔ وقت گذرنے کے ساتھ یہ "حوض قتلو" کے نام سے شہرت پا گیا ہے۔ یعنی غین

Marfat.com

داؤ سے بدل گئی ہے' یہ قتلغ خاں سلطان محمّد بن تغلق شاہ کا استاد تھا اور اُس نے سلطان کی جانب سے کچھ دنوں تک دولت آباد پر حکومت بھی کی۔ عدالت اور حسنِ سلوک میں اپنا جواب نہ رکھتا تھا۔ خلاصہ یہ کہ یہ کوہستان ہر موسم میں نہایت پُر فضا واقع ہوا ہے، خصوصًا موسم برسات میں جب جنگل اور پہاڑ بارش سے خوب سیراب ہو کر نشو ونما کے فیض سے بہشت بن جاتے ہیں اور دیکھنے والوں کو دل و دماغ کی تازگی سے بہرہ مند کرتے ہیں۔

حاجی محمد جان قدسیؔ کہتا ہے :

ترجمہ: خورداد اور اردی بہشت کے دنوں میں دولت آباد جنّت ہونے کا دم بھرتا ہے

صبا دلوں سے گردِ ملال دور کر دیتی ہے برسات ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جنّت کی ہوا ہے

اِس کے در و بام (مکان) اور جنگل سبزے کی کثرت سے فیروزہ فام ہو جاتے ہیں۔ اور شہر کی فصیل سنگِ زمرد سے بنی معلوم ہوتی ہے۔

کسی نے اِس سبزہ زار کے سوا اور کہیں قلبِ الاسد کے زمانے میں بہار کا آغاز نہیں دیکھا،

نہ اس کے باغ کی دیوار سیلاب سے خراب ہوتی ہے۔ نہ اس کے نخلِ موم پر دھوپ ستم ڈھاتی ہے۔

اس سرزمین کے بوڑھے بھی جوان ہیں' یہاں موسم نہ زیادہ گرم ہے نہ زیادہ سرد ہے' یہ جنّت ہے۔

ہوا کے نرم بہاؤ سے صحت میں تھما ؤ رہتا ہے' یہاں طبیب اپنے پیشے سے شرمندہ رہتے ہیں۔

اُس تندرستی کی وجہ سے جو یہاں کی ہوا میں ہے' صبا سے اِس علاقے کے غنچے کا دل بھی نہیں ٹوٹتا۔

اس کا قلعہ آسمان کو ٹھوکے دیتا ہے' یا طاؤسِ عرش ہے جس نے اپنے پنکھ پھیلا رکھے ہیں۔

شاید اس قلعے کا پانو درمیاں میں تھا کہ زمین سے سبزہ آسمان تک پہنچا ہے۔

اِس ملک میں لوگ بہت آسودہ ہیں' یہاں ایسی ہوا ہے جیسی کہ ہونی چاہیئے۔

اس بوستاں میں ایک پتا بھی ایسا نہیں پایا جاتا جس کی زبان پر کبھی خزاں کا نام آیا ہو۔

ابر کے فیض نے گلِ آفتاب کے سوا ایک پھول کو بھی کھلائے بنا نہیں چھوڑا ہے۔

اگر ابر رو کر اپنا دل خالی کرے تب بھی کیچڑ میں ایک چیونٹی کا پانو بھی نہیں رپٹتا۔

اگر بادل سارے سال برستا رہے تو اس خاک میں کیچڑ کا لوگ نام بھی نہیں جانتے۔

بہار ہر چمن کی زینت کے لیے' دکن کی برسات سے سامان لے جاتی ہے۔

Marfat.com

نمی سے بازار سبز پوش ہو جاتے ہیں اور دکانیں زبرجد فروش کی دکانیں معلوم ہوتی ہیں۔
اِس کی ہوا خوبی میں اِس لیے یکتا ہے کہ اِس نے ہرگز کسی کو نہیں ستایا۔
از بسکہ تہ بر تہ گھنے بادل چھائے رہتے ہیں، یہاں سورج ماہِ نو کی طرح عزیز ہو گیا ہے۔
زمینِ دکن اپنی فیروزہ رنگی میں کبھی، چرخ نیلی فام کے سامنے جھینپ نہیں سکتی۔

شیخ برہان الدین محمدؒ بن محمود بن ناصر الملقّب بہ غریب ہانسوی قُدِّسَ سِرُّہٗ سلطان المشائخ نظام الدین محمد بن احمد البخاریؒ البداؤنی الدہلوی کے کامل خلفا اور اوّلین مریدوں میں سے تھے، اور دکن کے صاحبِ ولایت ہیں۔

کہتے ہیں کہ انھیں شیخ جمال الدین ہانسویؒ سے خواہرزادگی کی نسبت بھی ہے، وہ مجرّد رہے ذوقِ سماع میں بہت غلو تھا اور اُن کے رقص کا بھی منفرد انداز تھا۔ لطافتِ طبع، صفائے محاورہ اور ذوق وشوق کی کیفیّت کے باعث اُس زمانے کے خوش طبع مثل امیر خسرو و امیر حسن اُن کی محبت کے اسیر تھے اور اکثر اوقات ان کے ساتھ صحبت اور موانست رکھتے تھے۔ شیخ نصیر الدین محمودؒ جب شروع میں دہلی آئے ہیں تو شیخ (غریبؒ) کے گھر پر ہی ٹھہرے تھے اور کبھی کبھی اُن کی امامت بھی کرتے تھے۔

شیخ رکن الدین بن عماد کاشانیؒ نے شیخ بُرہان الدینؒ کے ملفوظات امیر حسن دہلوی کی تالیف فوائد الفواد کے انداز پر نفائس الانفاس کے نام سے جمع کیے۔ اِس کتاب کی مجلسیں رمضان ۷۳۲ھ سے شروع ہو کر شیخ کی رحلت کے وقت تک کی ہیں۔

پھر اُن کے بھائی شیخ حمّاد بن عماد متوفی ۷۶۱ھ نے بھی شیخ کے ملفوظات احسن الاقوال کے نام سے جمع کیے۔ ــــــــ اِن کے دوسرے بھائی مجدّ الدّین بن عماد نے دو رسالے شیخ کی کرامتوں پر مشتمل لکھے، ایک غرائب الکراماتؒ اور دوسرا بقیۃ الغرائب۔ یہ چاروں کتابیں فقیر کی نظر سے گذری ہیں، یہ تینوں بھائی اپنے سب گھر والوں سمیت شیخ کے مرید و معتقد تھے اور انھوں نے اپنی عمریں شیخ کے حالات و ملفوظات جمع کرنے میں کھپا دیں۔

اِن مذکورہ رسالوں کے علاوہ اُن کی اِس موضوع پر دوسری تالیفات بھی ہیں۔ اللہ ان کی کوششوں کو قبول فرمائے۔

Marfat.com

شیخ برُہان الدینؒ کو بچپن سے ہی ریاضت اور مجاہدے کی توفیق ملی۔ فرماتے تھے کہ میں ۶۔۷ سال کا تھا کہ تنہائی میں کلمۂ طیّبہ کا وِرد کیا کرتا تھا۔ تیرہ سال کی عمر میں یہ عہد کیا کہ شادی نہ کروں گا، اللہ کی بندگی اور خدمتِ حق میں زندگی گذاروں گا' اگر رات کو کبھی بدخوابی ہو جاتی تو اُس دن روزے کی نیت کر لیتا تھا' کچھ دنوں کے بعد میری والدہ کو شادی کرنے کی فکر ہوئی' تو میں نے بظاہر انکار نہیں کیا مگر کھانے میں اِتنی کمی کر دی کہ میری غذا سات لقموں تک رہ گئی اور کمزوری اتنی بڑھ گئی کہ اگر آسمان کی طرف دیکھنا چاہتا تھا تو بہت کوشش کر کے دیکھ سکتا تھا۔ جب والدہ نے میرا یہ حال دیکھا تو شادی کا خیال دل سے نکال دیا۔

... آن جناب نے ابتدائی دور میں علم حاصل کیا' اور فقہِ نافع حفظ کر لی تھی، شروع زمانے سے آخر تک تجرید و تفرید میں زندگی گذار دی۔ تمام عمر اپنی ملکیت میں کوئی چیز نہ رکھی' اور (۲۵) سال تک فجر کی نماز عشا کے وضو سے ادا کی (۳۰) سال تک صوم داؤدی رکھے۔ فرماتے تھے کہ اپنے خواجہ (حضرت نظام الدینؒ) سے بیعت کرنے سے پہلے میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں ایک خندق میں گر پڑا ہوں' اور کسی طرح باہر نہیں نکل پا رہا ہوں۔ خدمتِ شیخ (نظام الدینؒ) نے میری طرف اپنا ہاتھ بڑھایا اور مجھے خندق سے باہر نکال لیا ہے۔ جب میں شیخ کے غلاموں کی صف میں داخل ہو گیا تو میں نے یہ (بشارت بھرا) خواب شیخ سے بیان کیا' انھوں نے فرمایا کہ ہم نے تمھیں اُسی دن ہاتھ دے دیا تھا۔" فرمایا: ایک بار میں نے خدمتِ خواجہؒ میں عرض کیا کہ شیخ الاسلام فریدالدینؒ نے جو عنایت کی نظریں آپ پر ڈالی ہیں اُن میں سے ایک نظرِ عنایت مجھ پر بھی ہو جائے۔ تو فرمایا: "نظر بایاد" (نظر نہیں نظریں ہوں!)

پھر ایک موقع پر میں نے عرض کیا: (عنایات کا) اُمّیدوار رہتا ہوں۔ شیخ نے فرمایا: "امیدوار تر باش" (اس سے بھی زیادہ امّیدوار رہو)۔

اور ان سے ہی یہ بھی روایت ہے کہ فرمایا: ایک بار خواجہ (نظام الدینؒ) کے سامنے حضرت بایزید (بسطامیؒ) کی بزرگی کا تذکرہ ہوا، تو اُنھوں نے فرمایا: "ہمارے پاس بھی ایک بایزید ہے!"

کسی مرید نے دریافت کیا: وہ کہاں ہے؟ فرمایا: جماعت خانے میں!

اقبال خادم فوراً بھاگ کر جماعت خانے میں آئے، اُس وقت جماعت خانے میں اِس دعاگو

Marfat.com

کے سوا اور کوئی نہ تھا، اقبال نے دعاگو سے کہا: آج خدمتِ شیخ نے تمھارے بارے میں یہ ارشاد فرمایا ہے۔

ان کا لقب غریب ہونے کا سبب یہ ہے کہ ابتدائے حال میں جب ہانسی سے دہلی آئے تو غریبانہ (پردیسی کی طرح) بسر کرتے تھے۔ کتاب حبّۃ المحبۃ کا مؤلف شیخ زین الدین داؤد شیرازی کے حوالے سے نقل کرتا ہے کہ انھوں نے فرمایا: جس زمانے میں شیخ برہان الدین قدس سرہٗ ہانسی سے دہلی تشریف لائے، وہاں پل کے نزدیک ایک مسجد تھی کچھ دنوں اُس میں مشغول رہے، اللہ نے اُن کے قدم کی برکت سے اُس جگہ کو آباد کر دیا اور بہت مخلوق وہاں آنے لگی۔

ایک دن اقبال خادم نے سلطان المشائخ قدس سرہٗ کی خدمت میں عرض کیا کہ مولانا برہان الدین غریب آئے ہیں۔ سلطان المشائخ نے فرمایا: "ساری مخلوق اُن سے آشنا ہوگئی، وہ ابھی تک غریب ہیں"!

شیخ برہان الدین اپنے پیر کی عقیدت میں تمام یارانِ اعلیٰ سے ممتاز تھے، مرتے دم تک کبھی غیاث پور کی طرف پیٹھ نہیں کی، جہاں سلطان المشائخ کا گھر اور مزار ہے نہ کبھی اس سمت میں تھوکا۔

ایک بار علی زنبیلی اور ملک نصرت کی چغلی سے سلطان المشائخ اُن سے کچھ رنجیدہ ہوگئے تھے۔ آخر امیر خسروؒ کی درخواست پر انھیں معافی ملی۔

اور آں جناب آخر عمر میں دیوگیر (دولت آباد) چلے گئے تھے، وہاں قبولِ عام حاصل کیا اور بے شمار مخلوق اُن کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئی۔

مؤلف بقیۃ الغرائب نے اپنے بھائی شیخ حمّادؒ کے حال میں لکھا ہے کہ میرے بھائی کی صحبت کی برکت سے تقریباً ایک ہزار لوگ اِس خاندان کی ارادت سے مخصوص ہوئے اس سے قیاس کیا جاسکتا ہے۔

سیّد محمد کرمانی صاحب سیَرالاولیا نے جو بہت بلند رتبے کے ثقہ اور سلطان المشائخ کے مرید ہیں اور اُن کی کتاب جمہور کے لیے دستور رہے، شیخ برہان الدین غریبؒ کی خلافت کا قصّہ یوں نقل کیا ہے کہ آخری مرض کے زمانے میں جب یارانِ اعلیٰ کو خلافت کی

Marfat.com

اجازت ملی، سید خاموش نے جو کاتب الحروف (مؤلف سیر الاولیاء) کے چچا ہیں اور خواجہ مبشرؒ نے جو سلطان المشائخ کے قدیم خدمت گاروں میں سے تھے، اور فرزندوں کی طرح ان کی پرورش ہوئی تھی، سید حسین کی خدمت میں عرض کیا کہ خدمت مولانا برہان الدینؒ سلطان المشائخ کے پرانے مریدوں میں سے ہیں اور اعتقاد میں بھی یارانِ اعلیٰ کے درمیان ممتاز ہیں، کیوں نہ ہم اُن کی خلافت کا تذکرہ سلطان المشائخ کی خدمت میں کریں۔ ان سب نے اقبال خادم سے طے کرلیا۔ اقبال فرصت کے وقت مولانا کو (شیخ نظام الدینؒ کے) سامنے لے گئے۔ سید خاموش بھی اِس موقع پر برابر حاضر تھے، سلطان المشائخؒ اُس وقت لحاف اوڑھ کر کھاٹ پر لیٹے ہوئے تھے مگر چہرۂ مبارک لحاف سے باہر تھا، اقبال نے عرض کیا کہ مولانا بُرہان الدین غریبؒ مخدوم کے پرانے خادم پا بوس کے لیے حاضر ہیں اور مرحمت کے امیدوار ہیں۔ سلطان المشائخؒ نے آنکھیں کھولیں اور مولانا اور اقبال کی جانب دیکھنا شروع کیا۔ مولانا اِس موقع پر زمین بوس ہوئے اقبال نے سلطان المشائخ کی نگاہوں کے سامنے (حضرت کے) خاص لباس کا بقچہ کھولا، پیراہن اور کلاہ جو سلطان المشائخ استعمال فرما چکے تھے نکالی، سلطان المشائخؒ کا دستِ مبارک اُس کلاہ و پیراہن پر رکھا، اور وہ مولانا کو پہنا دی اور کہا: "آپ بھی خلیفہ ہیں"۔ اِس موقع پر سلطان المشائخؒ خاموش رہے اور سکوت رضامندی کی دلیل ہے۔

سلطان المشائخ کے انتقال کے بعد مولانا برہان الدینؒ چند سال قیدِ حیات میں رہے اور خلقِ خدا کو دستِ بیعت دیتے رہے، جب دیوگیر میں گئے تو انتقال فرما گئے۔ (سیر الاولیاء)

زمانہ مابعد کے کچھ مورخوں نے لکھا ہے کہ سلطان المشائخ نے شیخ برہان الدین غریبؒ کو سات سو مریدوں کے ساتھ جن میں سے بعض پالکی نشین تھے دکن کے باشندوں کی ہدایت کے لیے بھیجا تھا۔

بعض دوسروں نے لکھا ہے کہ سلطان المشائخ نے اوّل شاہ منتجب الدینؒ کو سات سو مریدوں کے ساتھ خلائقِ دکن کی ہدایت کے لیے بھیجا، جب دولت آباد میں شاہ منتجب الدینؒ کا انتقال ہوگیا تو اُسی دن سلطان المشائخ نے از روئے کشف دریافت کرلیا، اور شیخ

Marfat.com

برہان الدینؒ سے دریافت فرمایا کہ تمھارے بھائی شیخ منتجب الدینؒ کی کیا عمر تھی؟ شیخ برہان الدینؒ نے اِس گفتگو سے یہ سمجھ لیا کہ بھائی رحمتِ حق سے واصل ہو گئے، اور اپنے گھر جا کر ماتم کیا۔ دوسرے دن سلطان المشائخ بھی تعزیت کے لیے تشریف لائے اور اپنے انتقال سے کچھ مدّت پہلے دکن کی خلافت کا خرقہ عطا فرمایا، اور اُس ملک کے لیے رخصت کر دیا۔

جاننے والے جانتے ہیں کہ شیخ برہان الدینؒ کی خلافت کا قصّہ جس طرح بعد کے لوگوں نے بیان کیا ہے وہ چند وجوہ سے سیرالاولیاء کی روایت سے متناقض ہے اور اس تضاد کی وجوہ تھوڑا سا غور کرنے سے سمجھ میں آجاتی ہیں۔

شیخ برہان الدینؒ دہلی کی بربادی اور دولت آباد کی تعمیر کے ہنگامے میں جو سلطان المشائخ کے وصال کے کچھ ہی مدّت بعد واقع ہوا، دیارِ دکن میں تشریف لائے، اور اس حدیث شریف کے مصداق کہ بَدَءَ الْاِسْلَامُ غَرِیْبًا وَّسَیَعُوْدُ غَرِیْبًا فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ ۞ (اسلام ایک اجنبی کی طرح شروع ہوا تھا اور آخر میں اجنبی ہی ہو جائے گا پس مبارک ہیں وہ اجنبی)۔

آں جناب نے جن کا وجودِ پاک اس دینِ غریب کا مجسمہ تھا، اپنے گھر بار اور آستانہ پیر سے ہجرت اختیار کی، اور اس میں شک نہیں کہ اِس حادثے میں سلطان المشائخؒ کے مریدوں اور معتقدوں کی ایک بڑی جماعت بھی جو دہلی میں رہتی تھی، دولت آباد آئی۔ اِس محشرِ عام میں امیر حسن دہلویؒ، سید یوسفؒ (پدرِ حضرت سیّد محمد گیسو درازؒ) و خواجہ حسینؒ و خواجہ عمرؒ و شیخ زین الدین قدّس اللہ اسرارہم کے آنے کی بات خود اُنھوں نے صراحت سے لکھی ہے۔ شیخ برہان الدین غریبؒ اپنے برادرانِ طریقت کے ساتھ بہ ہیئتِ مجموعی دولت آباد میں وارد ہوئے، اور اُن کی ولایت کے انوار نے اِن آفاق میں نیا ہی جلوہ دکھایا، اور ایک عالم کو اپنے معنوی انوار کے فیض سے بہرہ مند کیا، تو لوگوں نے اِس کو مختلف انداز میں روایت کیا ہے۔

مگر تاریخ کے راوی دہلی کی بربادی کی کیفیت یوں بیان کرتے ہیں کہ سلطان محمد تغلق شاہ فرماں روائے دہلی نے جو عجائب مخلوقات میں سے تھا اور اس بادشاہ کے انوکھے کام مورخوں نے تفصیل سے لکھے ہیں، یہ خیال کیا کہ اپنے اقبال کے زور سے بہت سے ملکوں پر میرا قبضہ ہو چکا ہے، اب راجدھانی بھی ایسی جگہ کو بنانا چاہیئے کہ اطرافِ مملکت سے اُس کی نسبت

Marfat.com

مرکز اور دائرے کی سی ہو[۹] تاکہ اچھی بُری خبریں اور جنگ و امن کی باتیں ممالکِ محروسہ کے چاروں طرف سے ایک ہی وقت میں ملتی رہیں، اگر کسی جانب کوئی حادثہ پیش آئے یا کوئی بیماری پھیلے تو اس کی تدبیر اور تدارک و علاج بھی فوراً کیا جاسکے۔ دربار کے دانش مندوں نے جو ہندوستان کے طول و عرض کی خبر رکھتے تھے، شہر اُجین کو راجدھانی کے لیے منتخب کیا، اور کہا کہ چونکہ طول و عرض کے اعتبار سے ہندوستان کے بیچوں بیچ واقع ہے، بکرماجیت نے جو رصدگاہ کا بنانے والا ہے، اپنی راجدھانی اِسی شہر کو بنایا تھا، مگر بعض لوگوں نے بادشاہ کے رجحان طبع کا اندازہ لگا کر کہا کہ دیوگیر وسطِ ہند میں ہے۔ سلطان نے اِسے خداساز بات سمجھا اور سلاطینِ ایران و تُوران جیسے طاقتور دشمنوں اور دوسری باتوں سے غافل رہ کر حکم دیا کہ شہر دہلی کو جو رشکِ فردوس بریں تھا اُجاڑ کر وہاں کے سب بچے اور بڑے، مرد اور عورتیں کوچ کر جائیں اور دیوگیر میں آکر بس جائیں۔ راستے کا خرچ اور گھر بنانے کی قیمت سرکاری خزانے سے دی جائے۔ ہر منزل میں سرائے بنا کر راستے میں دونوں طرف سایہ دار درخت لگا دیے تاکہ آنے جانے والے آرام سے سفر کرسکیں، اور شہر دیوگیر کا دولت آباد نام رکھ کر شاندار عمارتوں کی بنیاد ڈال دی، اور قلعے کے چاروں طرف خندق کھود دی گئی، دولت آباد کے اوپری حصے میں باغ اور حوض بنائے، تمام اُمراء کے نام فرمان جاری ہوئے کہ اپنے زن و فرزند کو دولت آباد بھیج کر وہاں گھر بنائیں اور جب دہلی کے باشندے دولت آباد میں ساکن ہو گئے تو دولت آباد سے نکل کر دکن کے بعض قلعوں کو فتح کیا، مظفر و منصور ہو کر دولت آباد واپس آیا، اور اپنی آرزو کے مطابق اوقات بسر کرنے لگا، اُسی زمانے میں خبر آئی کہ ملک بہرام حاکم ملتان نے بغاوت کردی[۱۰]۔ سلطان محمد نے ملتان پر چڑھائی کر کے بہرام کو قتل کر دیا، اور دہلی کو واپس لوٹا چونکہ اطراف کے لوگ جو دولت آباد میں ساکن تھے اِدھر اُدھر چلے گئے تھے۔ سلطان نے دو سال وہاں رہ کر دولت آباد کی تعمیر پر توجہ کی اور اپنی والدہ مخدومۂ جہاں کو اپنے تمام حرم نیز اُمراء اور سپاہیوں کے ساتھ دولت آباد کو روانہ کر دیا، ایک متنفس بھی دہلی میں نہ چھوڑا؛ چنانچہ سوائے گیدڑوں اور لومڑیوں اور جنگلی پرندوں کی آواز کے اِس شہر سے اور کسی کی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ ۷۴۲ھ[۱۱] میں وہ دکن واپس آیا اور

Marfat.com

کچھ دن بیمار رہا، اسی مرض کے زمانے میں پالکی میں بیٹھ کر واپس جانے کا ارادہ کر لیا۔ دولت آباد کی حکومت اپنے استاد قتلغ خاں کے حوالے کر دی اور فرمان جاری کیا کہ دہلی والوں میں سے جو دولت آباد میں رہنا چاہتا ہے رہے، اور جو نہیں رہنا چاہتا وہ (میرے ساتھ) چلے، اکثر نے سلطان کی ہمراہی میں دولت آباد سے دہلی کا قصد کیا۔ جب سلطان دہلی پہنچا تو قحط اور گرانی کو ویرانی پر اضافہ پایا، اتنا کہ ایک سیر اناج (۱۷) درہم میں بھی ہاتھ نہ آتا تھا۔ سلطان نے بعد از خرابیِ بسیار دہلی کو از سرِ نو آباد کرنے کی جانب توجّہ کی۔

ملفوظاتِ شیخ

آمدم برسرِ مطلب ـــــ ایک دن ایک مسافر شیخ برہان الدینؒ کے پاس آیا اور کہا کہ میں آپ کی خدمت میں دو چیزوں کے لیے آیا ہوں: ایک دین دوسرے دنیا۔

- آپ نے فرمایا: وہ ایک (دین) ہی تجھے دونوں چیزیں دلا دے گا۔ فرمایا کہ کتّا گھر میں ہو یا تصویر ہو تو فرشتے کا گذر نہیں ہوتا۔ تیرا نفس کتّا ہے اور خدا کے سوا تو جسے بھی دوست رکھتا ہے، وہ صورتِ دیوار کی مثال ہے، ایسے دل میں خدا کی محبت کیسے داخل ہو سکتی ہے؟
- فرمایا: جیسے مکھی آئینے کے سامنے سے گذرتی ہے، اگر کوئی اتنا بھی کسی صاحب دل کے سامنے سے گذر جائے تو کافی ہے۔
- فرمایا: اَلْفَقِیْرُ لَا یَسْئَلُ مِنَ اللّٰہِ اِسْتِحْیَاءً وَمِنَ النَّاسِ اِسْتِغْنَاءً (فقیر اللہ سے تو لاج کے مارے نہیں مانگتا اور مخلوق سے اپنی خودداری کی وجہ سے)۔
- فرمایا: درویشوں کی خدمت سے جو چیز ملتی ہے وہ گہوارے سے گور تک ساتھ دیتی ہے یعنی اُس کی برکات دائمی ہوتی ہیں، موت کے وقت تک۔
- فرمایا: دنیا آدمی کے سائے کی طرح ہے جب آدمی سائے کی طرف چلتا ہے تو سایہ آگے آگے بھاگتا ہے، اور جب اُس کی طرف پشت کر لیتا ہے تو وہ پیچھے پیچھے آنے لگتا ہے، اسی طرح جو کوئی دنیا سے منھ موڑ لیتا ہے وہ اُس کی طرف متوجّہ ہو جاتی ہے اور جو دنیا کے پیچھے بھاگتا ہے وہ اُس کی طرف سے منھ موڑ لیتی ہے۔

۱۱۸۲۰۶

Marfat.com

- فرمایا: کہ امیر حسن سجزی دہلویؒ نے ایک اچھا نکتہ بیان کیا ہے، کہ بکری جب پانی پیتی ہے تو اپنے پانو نہیں بھیگنے دیتی بیٹھ کر پانی پی لیتی ہے۔ مگر جب وہ مر جاتی ہے تو اُس کی کھال کو سر سے پانو تک (مشک بنا کر) پانی سے بھر دیتے ہیں۔ اسی بات کی مناسبت سے میں کہتا ہوں کہ جب تک آدمی زندہ ہے وہ نہیں چاہتا کہ اُس کے کپڑوں پر دھول بیٹھے، اور جب مر جاتا ہے تو اُسے پورے کو مٹی میں دبا دیتے ہیں!
- فرمایا: مشرق سے مغرب تک فقیر کی نظر میں یہ عالم اِس طرح ظاہر ہے جیسے ہتھیلی پر انڈا رکھا ہو۔
- فرمایا: کہ ایک چڑیا کی زبان سے میں نے سنا کہ وہ کہتی تھی: ؎

یک لحظہ عنایتِ تو اے بندہ نواز — بہتر ز ہزار سالہ تسبیح و نماز

(اے بندہ نواز تیری عنایت کا ایک لمحہ ہزاروں سال کی تسبیح و نماز سے اچھا ہے)
- فرمایا: اگر ایک پیر کو یہ معلوم نہ ہو کہ مُرید کا انجام کیا ہونا ہے تو اُسے دستِ بیعت دینا حرام ہے۔
- فرمایا: جب تک مرید پیر کے سامنے بیٹھا ہے اس کے لیے پیر کو دیکھتے رہنے سے زیادہ اچھا کوئی شغل نہیں ہے۔
- فرمایا: درویش کو کسی کی امانت قبول نہیں کرنی چاہئیے، نہ کسی کی ضمانت دینی چاہیئے۔ نہ کسی دستاویز پر اپنی گواہی لکھنی چاہیئے۔
- فرمایا: جب کوئی مسافر کسی مقیم کے پاس آئے تو اُسے چاہیئے کہ مسافر کے سامنے دو طرح کا گرم پانی پیش کرے۔ (ایک تو ہاتھ منہ دھونے کے لیے، دوسرا شوربا دکھانے کے لیے)۔
- فرمایا: وہ 'تھوڑا'، بہت اچھا ہے جو بہتوں پر خرچ ہو جائے۔
- فرمایا: درویشی یہ ہے کہ جو کچھ ہاتھ میں ہو وہ دے دو، اور جو کچھ (گھمنڈ) سر میں ہو وہ نکال دو۔
- فرمایا: ایک (خدا) کا قبول کر لینا سب (خلق) کا قبول کرنا ہو جاتا ہے اور اس کا دُھتکارنا گویا سب کا دُھتکارنا ہے۔
- فرمایا: کہ جس نے جو کچھ پایا، وہ دلوں (کو جوڑنے) سے پایا اور جو بھی (راہِ استقامت سے) گرا وہ

Marfat.com

دلوں سے اُتر گیا۔

- فرمایا: کہ دل ایک برتن کی طرح ہے جب تک وہ برتن خالی ہے ہُول سے بھرا ہُوا ہے جب اُس میں محبّتِ حق داخل ہو جائے تو ہَوا (خواہشات) سے خالی ہو جاتا ہے، اور محبّتِ حق سے بھر جاتا ہے۔
- فرمایا: آتشِ محبّت کی ایک چنگاری گناہوں کے (پورے) کھلیان کو بھسم کر دیتی ہے۔
- فرمایا: درویش کو چاہیئے کہ صبر کرے، اگر نہیں کر سکتا تو تصبّر کرے (یعنی یہ ظاہر کرے گویا صبر کر رہا ہے)۔
- فرمایا: مردانِ خدا تو اپنی جان سے بھی دستبردار ہو جاتے ہیں، وہ کیا مرد ہوا جو نان سے بھی ہاتھ نہ اُٹھا سکے۔
- فرمایا: اَلسَّمَاعُ دَمْعَۃٌ وَّفِکْرَۃٌ وَّالْبَاقِیْ فِتْنَۃٌ (سماع آنسو ہیں اور گہری سوچ ہے، باقی جو کچھ ہے وہ فتنہ ہے)۔
- فرمایا: میرا ایک دوست تھا شمس الدّین نام، امیر حسن سنجری کا بھتیجا۔ نہایت مشغول اور مستغرق رہنے والا۔ وہ یہ شعر پڑھتا تھا ؎

ندارم سرِ گفتگوے کسے مرا گفتگو ہست با خود بسے

(مجھے کسی اور سے بات کرنے کا دماغ نہیں ہے، مجھے اپنے آپ سے ہی بہت سی باتیں کرنے کی ہیں)۔ یہی شمس الدّین کہتے تھے کہ مَرد کا حرم (زوجہ) اُس کے لیے باغ و بوستاں کی طرح ہے یعنی جب کبھی درویش مشغولی سے ملوُل ہو، کچھ دیر اپنی زوجہ کے ساتھ بیٹھ جائے۔ اِس لیے کہ جب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلّم ملول ہوتے تھے تو اُمُّ المومنین حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھتے تھے اور فرماتے تھے: کَلِّمِیْنِیْ یَا حُمَیْرَاءُ (اے حمیرا مجھ سے باتیں کرو)۔

- فرمایا: درخت خود تو دھوپ میں کھڑا رہتا ہے، دوسروں کو سایہ دیتا ہے۔ اِسی طرح لکڑی خود کو جلاتی ہے تاکہ دوسروں کو راحت پہنچا سکے۔ ایک بار برسات کا موسم تھا اور خانقاہ کے صحن اور دیواروں پر سبزہ نکل آیا تھا—— فرمایا: سجدہ تو یہ ہے جو یہ گھاس کرتی ہے کہ ہمیشہ سجدے میں ہے، یہاں تک کہ خشک ہو کر فنا ہو جاتی ہے۔
- فرمایا: ہر ایک کا منھ وہ ہے جس سے وہ کھاتا ہے اور نباتات اُس حصے سے پانی پیتے ہیں جو زمین کے اندر رہے، اِس سے نشوونما کی قوت حاصل کرتے ہیں، پس اُن کا منھ اور سر

Marfat.com

دونوں اُسی جانب ہیں جو حصہ ہمیشہ زمین کے اندر ہے، اب اگر نماز و سجدہ کریں تو بھلا ایسے کریں! یہ کیا نماز و سجدہ ہیں جو ہم کرتے ہیں!

ایک بار مولانا شمس الدین فضل اللہ نے عرض کیا کہ یہ بیچارہ چاہتا ہے کہ اَوراد و نوافل ترک کر دے۔ شیخ نے پوچھا: کیوں؟ کہا: "میں قرآن کی تلاوت کر رہا تھا کہ اِس آیت پر پہنچا: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا[13] (جس نے نیک کام کیا اپنے لیے کیا اور جس نے بدی کی وہ بھی اُسی پر عائد ہوگی) اِس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ بندہ جو عمل بھی کرتا ہے اپنے نفس کے لیے کرتا ہے، میں اپنے گندے نفس کے لیے کوئی عمل نہیں کروں گا" شیخ مسکرائے اور فرمایا: حکم یہی ہے، کرنا چاہیئے۔ پھر فرمایا: حضرتِ عزّت نے کلام مجید میں فرمایا: وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ[14] (اپنے رب کے لیے صبر کر) یہاں لام واسطے کے معنوں میں ہے۔ ربّ العزّت اپنے کمالِ کرم سے فرماتا ہے کہ اپنے پروردگار کے لیے صبر کرو۔ پھر فرمایا ہاتھ اور زبان سے جو کچھ تعلّق رکھتا ہے وہ "عمل" ہے اور جس کا دل سے تعلّق ہے وہ عمل نہیں ہے، اُس کے بعد کا اشتغال ہے —— روزہ کسی جارحہ (عضو) سے تعلّق نہیں رکھتا اِس لیے کہا ہے کہ: "اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ" (روزہ میرے لیے اور میں اُس کی جزا دوں گا)[15] —— اور حدیث میں آیا ہے کہ: مَنْ اَخْلَصَ لِلّٰهِ اَرْبَعِیْنَ صَبَاحًا اُظْهِرَ لَهٗ یَنَابِیْعُ الْحِکَمِ فِی الْقَلْبِ (جو چالیس صبحیں اللہ کے لیے مخصوص کر دے، اُس کے قلب میں حکمت کے چشمے ظاہر کر دیے جاتے ہیں) اِخلاص کا دل سے تعلّق ہے: اَخْلَصَ لِلّٰهِ کہا اور یوں نہیں فرمایا کہ مَنْ صَلّٰی لِلّٰهِ (جو اللہ کے لیے نماز پڑھے) اگر کوئی کہے کہ یوں کہا گیا ہے: "قُلْ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ[16] کہہ دو کہ میری نماز اور قربانی، زندگی اور موت سب اللہ کے لیے ہے) تو جواب یہ ہے کہ لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ (حضوریٔ قلب کے بغیر نماز، نماز نہیں ہے)

- فرمایا: میں نے مولانا وجیہ الدین کلا کھیری سے سنا وہ کہتے تھے: اگر تم بے عیب دوست کی تلاش کرو گے تو بغیر دوست کے رہ جاؤ گے۔

نیز مولانا یوسف کہتے تھے: ہر چند میں اپنے نفس کے عیوب اُکھاڑتا ہوں، دوسرے عیوب سر اٹھا لیتے ہیں۔

- پھر فرمایا: یہی مرد کا کمال ہے کہ جب وہ منزلِ کمال پر پہنچتا ہے تو اپنے عیوب خود دیکھنے لگتا ہے۔

Marfat.com

٭ فرمایا: ایک بار کوئی درویش کسی گلی سے گذر رہا تھا، وہاں چنگ بجایا جا رہا تھا، درویش کھڑا ہوگیا اور کہا: اے چنگ اگر تجھے پتا ہو کہ تو کیا کہہ رہا ہے تو تیرا ایک ایک تار پگھل جائے، اُسی وقت چنگ کے سارے تار ٹوٹ گئے! اُس سے پوچھا گیا کہ چنگ سے کیا آواز آرہی تھی؟ تو کہا: اُس کے ایک تار سے یَا رَحْمٰنُ اور دوسرے سے یَا رَحِیْمُ کی صدا نکل رہی تھی۔

اس پر یہ فرمایا: بعض لوگ قرآن پڑھتے ہیں اور اُنھیں یہ خبر نہیں ہوتی کہ کیا پڑھ رہے ہیں: رُبَّ قَالٍ لِلْقُرْآنِ وَالْقُرْآنُ یَلْعَنُهٗ (کچھ قرآن پڑھنے والے ایسے بھی ہیں جن پر قرآن لعنت کرتا ہے۔

ایک بار شیخ کے خادم کاکا سعد بخت نے بادام کی گری اور مصری (نبات) شیخ کے سامنے رکھی تھوڑا تھوڑا چکھتے رہے، پھر فرمایا: مجھے اِس میں کوئی مزہ نہیں ملتا۔ کاکا نے خوش طبعی سے جو وہ کبھی کبھی شیخ سے کر لیتے تھے، کہا: ایک وقت وہ تھا کہ جَو کی روٹی اور لوبیا فرمایش کر کے کھاتے تھے، اب مغزِ بادام اور نبات بھی اچھی نہیں لگتی۔ فرمایا: "میں جھوٹ نہیں کہتا، وہ لذّت اور حلاوت جو مجھے جَو کی روٹی اور لوبیا میں ملتی تھی آج اِس مغزِ بادام اور نبات میں نہیں پاتا۔"

بقیۃ الغرائب کے مؤلف اپنے بھائی کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں شیخ کی خدمت میں حاضر تھا، اُنھوں نے سلطان محمد تغلق شاہ کے آنے کی خبر پوچھی، جو دکن کی طرف آرہا تھا۔ میں نے کہا: وہ دھار تک پہنچ گئے ہیں۔ چونکہ جناب کا طریقہ یہ تھا کہ اہلِ دنیا کی ملاقات سے تنگ آجاتے تھے، اور اُن دنوں صاحب فراش بھی تھے، زبانِ مبارک پر آیا کہ میں نے خدائے تعالیٰ سے یہ دعا مانگی ہے کہ اُس سے ملاقات نہ ہو۔ جب سلطان دولت آباد پہنچے تو یہ چاہا کہ شیخ کی ملاقات کے لیے آئیں جمعہ کے دن سلطان نے مسجد جامع قطبی میں نماز جمعہ ادا کی اور سوار ہوتے وقت کہا: "شیخ کے گھر کی جانب چلو۔" امیر خسرو کے بیٹے ملک مُبارک بھاگے ہوئے شیخ کی خدمت میں آئے اور کہا: "بادشاہ ملاقات کے لیے آرہا ہے۔" اُس وقت تک سلطان کی شاہانہ سواری شیخ کے محلّے کے قریب آگئی تھی، چنانچہ "ہٹو بچو"، "با ادب با ملاحظہ" کی آوازیں شیخ کے گھر تک آنے لگی تھیں۔ شیخ نے فرمایا: "فاتحہ پڑھو تاکہ وہ یہاں نہ آئے۔" اُسی وقت اللہ نے بادشاہ کے دل میں کوئی بات ڈالی کہ اُس نے اپنے گھوڑے کی باگ موڑ لی اور دوسری جانب چلا گیا۔

Marfat.com

سلطان محمد کو جو مہم درپیش تھی جب وہ پوری ہوگئی تو اُس نے تین ہزار تنکے ملک یاربک کے ہاتھ (جو بعد میں فیروز شاہ ہوا) شیخ کی خدمت میں بھیجے۔ شیخ نے کاکا سعد بخت سے فرمایا کہ جو کچھ موجود ہو لے آؤ۔ اُس وقت بیس تنکے موجود تھے۔ فرمایا اِنھیں بھی اِس میں شامل کر کے لوگوں میں تقسیم کر دو۔ ابھی ملک نائب بیٹھا ہوا تھا کہ وہ ساری چاندی تقسیم ہوگئی۔ چنانچہ اِس دعاگو کو بھی حصّہ ملا۔ شیخ نے سلطان کے لیے مصلّیٰ اور کھجوریں بھیجیں، اور ملک نائب سے فرمایا یہ اشعار سنو: ؎

مرد آن درود کہ کِشتہ باشد — زن آن پوشد کہ رِشتہ باشد

شرے کہ برائے خویشت آرند — ہم کردۂ تو بہ پیشت آرند

(آدمی جو بوتا ہے وہی کاٹتا ہے، عورت جو کاتتی ہے وہی پہنتی ہے، تمھیں جو شر پیش آتا ہے وہ تمھارا کیا ہوا تمھارے سامنے دھرتے ہیں)

ایک بار ایک عورت کے سر میں سخت درد ہوا وہ شیخ کے دروازے پر آئی اور کہلا کر بھیجا کہ یا تو میرا سر پھوڑ دو یا اِس درد کو اچھا کرو۔ شیخ نے مسکرا کر فرمایا: ”جب تک اِس کا سر نہیں پھوٹے گا درد نہیں جائے گا“ ایک دن وہ عورت ایک پرنالے کے نیچے بیٹھی تھی اُوپر سے پرنالے کی راہ سے ایک پتھر گرا جس سے اُس کا سر پھوٹ گیا، بہت خون نکلا اور درد جاتا رہا۔

آخری زمانہ

غرائب الکرامات کا مؤلّف لکھتا ہے: جب سارا شہر دہلی کی طرف جانے لگا تو شیخ کے سعادت مند خادم کاکا سعد بخت نے بھی شیخ کی اجازت کے بغیر سفر کا سامان تیّار کر کے شیخ کو اطلاع دی اور دہلی کو چلنے کے لیے بہت گڑگڑائے۔ شیخ نے اُس مقام کی جانب جہاں اب مرقدِ مبارک ہے اشارہ کیا اور فرمایا: میں اِس جگہ سے جانے والا نہیں ہوں —— اپنی زندگی کے آخری زمانے میں شیخ تین سال تک صاحبِ فراش رہے، کبھی کبھی کراہتے تھے۔ ایک دن اپنے ایک مرید سے فرمایا: یہ نہ سمجھنا کہ میرا کراہنا بیماری کی وجہ سے ہے، اگر پل بھر کے لیے بھی ذکرِ حق سے (غافل) رہ جاتا ہوں تو آہ بھرتا ہوں۔

عمر کے اسی آخری دور میں ایک دن مریدوں کو بلا کر وصیّت فرمائی اور سلطان المشائخ

Marfat.com

کی تسبیح منگا کر اپنے سامنے رکھی، دستار کو اپنی گردنِ مبارک میں ڈالا، اور کہنا شروع کیا: "مسلمان ہوں، رسولؐ کی اُمت میں ہوں، شیخ کا مرید ہوں، اگر نیک نہیں رہا ہوں، نیک زندگی بسر نہیں کی ہے، تو اپنا انصاف خود اپنے حوالے کرتا ہوں۔" پھر روئے مبارک زمین پر رکھ دیا اور تسبیح سے تجدید بیعت کر کے روتے رہے۔

اُن کی تاریخ وفات کے بارے میں کہا گیا ہے: [18] ؎

اربعا بود و یازدہ ز صفر　　ہفصد و سی و ہشت بود ز سال

کہ ندا آمد از سرادقِ قدس　　بسوئے شیخ ما: "تعال تعال"

(بدھ کا دن تھا اور صفر کی گیارہویں، سنہ ۷۳۸ھ جب عالمِ قدس کے پردوں سے ہمارے شیخ کو ندا آئی کہ آؤ آؤ)۔

اُن کا مرقدِ منوّر روضۂ مقدسہ کی چار دیواری کے وسط میں واقع ہے۔ راقم السطور (غلام علی آزاد) ۱۱۵۱ھ[19] میں زیارتِ حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و کرامۃً (اللہ اِن دونوں مقاموں کے شرف اور کرامت میں اضافہ کرے) سے سرفراز ہوا اور اس بابرکت سفر سے واپسی کے وقت ذی قعدہ[20] ۱۱۵۲ھ کے آخری عشرے میں روضۂ مقدسہ میں وارد ہوا اور اُس بہشت نشان جگہ سونے والے بزرگوں کی زیارت کر کے دامنِ دل میں گلہائے فیض چُن لیے۔ یہ تو پہلی بار ہوا، اس کے جب اُس علاقے میں رہنا ہوا تو زیادہ وقت اورنگ آباد میں گذرا اور بے شمار بار یہ سعادت حاصل ہوئی۔

(۲) شیخ منتجب الدین زرزری زر بخش قدس سرہٗ

شیخ برہان الدینؒ کے بھائی اور دکن کے مشہور اولیا میں سے ہیں، اُن کا تذکرہ شیخ برہان الدین غریبؒ کے ملفوظات میں بہت ہی کم ملتا ہے، سیر الاولیا اور اُس جیسی دوسری کتابوں میں بھی نظر سے نہیں گذرا، مگر بعد کے لوگوں نے اُن کا کچھ حال بیان کیا ہے جس کی ذمہ داری اُن پر ہے۔ زیادہ مشہور قول یہ ہے کہ وہ شیخ برہان الدین غریبؒ کے چھوٹے بھائی اور سلطان المشائخ کے مرید ہیں، مگر معارج الولایت کے مؤلف نے لکھا ہے کہ وہ شیخ برہان الدینؒ

Marfat.com

کے بڑے بھائی اور شیخ فریدالدین گنج شکرؒ کے مرید ہیں، اور اُن کی منقبت میں اپنے یہ اشعار درج کیے ہیں : ؎

منتجب شیخ زرزری زربخشؒ ۔۔۔ کو شقیقِ کلان بود لشمار
از مریدانِ خواجہ گنج شکرؒ ۔۔۔ کرد اوّل بہ دیوگیر قرار
خلعتِ زر زغیب می آمد ۔۔۔ در صباح و رَواح ولیل ونہار
شد ازان نام او زری زربخشؒ ۔۔۔ می نمودش براہِ خیر نثار
رَخت زین تنگنای چون بر بست ۔۔۔ بخرامید سُوی دارِ قرار
خواجہ بُرہان سوی دکن آمد ۔۔۔ زندہ زوگشت سنّت و آثار
شو خموش از ثنای اُو عبدی ۔۔۔ کی توان کرد وصفِ اُو تکرار

(شیخ منتجب زرزری زربخشؒ جو عمر میں بڑے بھائی ہیں، اور خواجہ گنج شکرؒ کے مرید ہیں، اُنھوں نے دیوگیر میں سب سے پہلے سکونت اختیار کی، اُن کے پاس ہر صبح و شام اور دن رات میں غیب سے سونے کی تھیلی آتی تھی، جسے وہ خیرات و صدقات میں خرچ کر دیتے تھے، اِس لیے اُن کا نام زرزری زربخش ہوا، جب اُنھوں نے اِس تنگنائے دنیا سے اپنا اسباب باندھا، اور دارالبقا کی طرف رحلت کی تو خواجہ برہانؒ دکن کی جانب آئے اور اُن سے یہاں سنّت و آثار پھر زندہ ہوئے۔ اے عبدی اب اُن کی تعریف بند کر۔ تجھ سے اُن کی منقبت کہاں بیان ہو سکتی ہے!)

صاحب معارج الولایت لکھتا ہے کہ جب اُنھوں نے مجاہدہ و ریاضت کو حدِ کمال تک پہنچا دیا اور محبوبی کے مرتبے تک رسائی ہوگئی، تو اُن کے لیے صبح و شام دو زرّیں خلعتیں غیب سے نازل ہونے لگیں جنھیں وہ فقرا کے مصارف میں خرچ کر دیا کرتے تھے خود استعمال نہ کرتے تھے، اِسی لیے اِس نام سے مشہور ہوئے۔ اور تاریخ فرشتہ والا کہتا ہے کہ ہر شب نماز تہجّد کے وقت سونے کی ایک ڈبیا عالمِ غیب سے آتی تھی، اور شاہ اُس کو صبح کے وقت فروخت کر کے درویشوں پر خرچ کرتے تھے۔ اِس لیے زربخش مشہور ہوئے۔ موسوی خاں[۲۲] جرأت کہتا ہے : ؎

آن جوان مردے کہ درراہِ خدا ۔۔۔ زر بہ محتاجاں رساند زرزری است

(وہ جوان مرد جو راہِ خدا میں محتاجوں کو زر دیتا ہے وہی زرزری ہے)

Marfat.com

شیخ حماد کاشانیؒ احسن الاقوال میں لکھتے ہیں کہ : شیخ برہان الدین غریبؒ نے فرمایا ایک بار مولانا منتجب الدینؒ دعاگو کے سامنے کھانا لے کر آئے، میں نے کہا: "آج میرا روزہ ہے" کہنے لگے : "افطار کرلو، روزہ پھر رکھ لینا۔" میں نے قبول نہ کیا۔ اسی دن شیخ الاسلام نظام الدینؒ کی خدمت میں گیا۔ شیخ نے فرمایا: "ان کے لیے کھانا لاؤ۔" شیخ کے سامنے میں نے کھانا کھالیا۔ جب وہاں سے واپس ہوا تو یہ چاہا کہ عصر کی نماز کہیں جماعت سے پڑھ لوں، جس کے پاس بھی گیا اور کہا کہ آؤ عصر کی نماز جماعت سے پڑھ لیں، اس نے کہا کہ میں نے تو پڑھ لی ہے، مجبوراً عصر کی نماز بغیر جماعت کے پڑھنی پڑی، یہ مولانا منتجب الدین کے فرمان کو نہ ماننے کی نحوست تھی کہ روزہ بھی ہاتھ سے گیا اور جماعت بھی۔

شیخ رکن الدین کاشانیؒ نفائس الانفاس میں روایت کرتے ہیں کہ شیخ برہان الدینؒ نے فرمایا : میرے بھائی مولانا منتجب الدین کا ایک مرید تھا جسے سیدی کہتے تھے، ذرا گرم مزاج کا آدمی تھا جب راستہ چلتا تھا تو جو کوئی لشکری یا دانش مند یا سپاہی ملتا تھا کسی کو سلام نہ کرتا تھا اگر پھٹے ٹوٹے کپڑوں میں کوئی مجذوب گرد میں اٹا ہوا نظر آتا تھا تو اس کے قدموں میں گر جاتا تھا اور اس کی تعظیم کرتا تھا۔ فرمایا کہ اس گروہ کی تعظیم کرنا بھی بڑا کام ہے

شیخ منتجب الدینؒ نے ۲۳ ربیع الاول ۷۰۹ھ کو عالم قدس میں آرام کیا۔ ان کا مرقد پاک روضۂ مقدسہ کی چار دیواری کے باہر ہے، ان کے عرس کے زمانے میں زائرین دور دراز سے آتے ہیں اور عظیم الشان مجمع ہو جاتا ہے۔ جتنا اجتماع ان کے عرس میں ہوتا ہے اس علاقے کے دوسرے مشائخ کے عرس میں کمتر دیکھا جاتا ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ۔

(۳) نجم الدین امیر حسن بن علاء السجزی الدہلوی قدس سرہٗ

سجزی یعنی سین کے زیر یا زبر او رجیم اور زے کے سکون کے ساتھ سجز سے منسوب ہے۔ یہ سگز کا معرب ہے۔ سجز و سجستان، سیستانِ رستم کو کہتے ہیں جو خراسان کے علاقوں میں سے ہے۔

امیر حسن کے باپ سیستان سے ہندوستان آئے۔ امیر حسن کی جائے ولادت ہندوستان ہے۔ اور وہ سلطان المشائخ کے خاص مریدوں میں سے ہیں صوفیۂ صافیہ کے اخلاق سے

Marfat.com

پیراستہ، پسندیدہ صفات اور اعلیٰ خصائل سے آراستہ تھے۔ سلطان المشائخؒ کی امیر حسن کے حال پر خاص نظرِ عنایت تھی۔ اپنے عہد کے فضلا میں بھی وہ بہت عزّت اور بڑا رتبہ رکھتے تھے۔ اُن کے توبہ کرنے کی ابتدا، کا حال یوں لکھا گیا ہے کہ ایک دن سلطان المشائخؒ کا گذر ایک ایسی جگہ سے ہوا جہاں امیر حسنؒ نے کچھ لوگوں کے ساتھ بزمِ نشاط سجا رکھی تھی، جب امیر حسن کی نگاہ سلطان المشائخؒ کے جمال پر پڑی تو انھوں نے یہ دو شعر پڑھے ؎

سالہا باشد کہ ماہم صحبتیم — این کہ صحبت را اثر باشد کجا است؟
زُہدِ تان فسق از دلِ ما نکرد — فسقِ ما محکم ترا از زہدِ شما است[۲۴]

سلطان المشائخؒ نے فرمایا: "نیت اچھی ہو تو صحبت میں بہت اثر ہوتا ہے۔" چونکہ توبہ کی گھڑی آ چکی تھی، امیر حسنؒ نے توبہ کی، اور سلطان المشائخ کی خدمت سے وابستہ ہو گئے۔ پھر تو اِس مرتبے کو پہنچے۔

اُن کی باقیاتِ صالحات کے من جملہ یہ ہے کہ اُنھوں نے سلطان المشائخؒ کے ملفوظات "فوائد الفواد" جمع کیے، جو عبارت کی متانت اور لطافتِ اشارات کی وجہ سے خاص و عام میں مقبول ہوئے۔ امیر خسرو کہتے تھے: "کاش میری ساری تصنیفات حسن کی ہوتیں اور یہ ابدی سعادت مجھے نصیب ہوتی۔" اُن کی باتیں (شاعری) آفاق میں شور پیدا کرنے والی اور عشّاق کے زخموں پر نمک پاشی کرنے والی ہیں۔ سلطان المشائخ کو جب کبھی سماع کا ذوق ہوتا تو قوّالوں سے فرماتے تھے کہ امیر حسن کے اشعار پڑھیں۔ اہلِ ہند اُن کو "سعدیِ ہندوستان" کہتے ہیں۔ سلاطین اور شہزادے اُن کی صحبت کے آرزو مند رہتے تھے۔ امیر حسنؒ کے قصائد سلطان غیاث الدین بلبن کی مدح میں ہیں۔ عارفِ جامی قُدِّسَ سرہٗ فرماتے ہیں کہ غزل میں اُن کا خاص اُسلوب ہے، اکثر تنگ قافیے، انوکھی ردیفیں اور خوش آیند بحریں اختیار کی ہیں۔ لامحالہ اُن کے اشعار میں ایک کیفیت پیدا ہو گئی ہے۔ اگرچہ بظاہر دیکھنے میں آسان نظر آتے ہیں، مگر کہنے میں دشوار ہیں، اِس لیے اُن کے اشعار کو سہلِ ممتنع کہا گیا ہے۔ ملک الشعرا شیخ فیضی نے کہا ہے کہ امیر حسن کی ایک ادا ایسی ہے کہ اُس ادا پر عاشق ہوا جا سکتا ہے، چاہے امیر خسرو اپنے زمانے کے یوسف ہوا کریں۔"

Marfat.com

لطائفِ اشرفی میں لکھا ہے کہ ایک بار خواجہ حسن کو کوئی بیماری عارض ہوئی اور غشی سی رہنے لگی۔ فضلا کی ایک جماعت جیسے امیر خسرو، منصور وغیرہ انھیں دیکھنے گئے اور کہا کہ ہمیں پہچانتے ہو "ماکیانیم"؟ (ہم کون ہیں؟)[۲۵] پھر یوں کہا: "ماچہ کسانیم" (ہم کون لوگ ہیں؟) امیر حسنؒ نے آنکھ کھولی اور کہا: "میں تو پہلی بات کا بندہ ہوں"! سب فُضلائے نے پسند کیا کہ ایسے وقت میں بھی اُنھوں نے خوش طبعی نہ چھوڑی۔ امیر حسنؒ نے دہلی اجڑنے کے وقت آخر عمر میں دولت آباد کے لیے سامانِ سفر باندھا اور بقیہ زندگی اُسی شہر میں بسر کی۔ اُن کی آخری آرام گاہ روضۂ مقدسہ کی چہار دیواری سے باہر ہے۔ تاریخ وفات ۲۹ صفر ہے۔ اِس تاریخ کو اور ماہِ رجب کی ہر جمعرات کو اُن کے مزار مبارک پر خلائق کا اور حاجت خواہوں کا ہجوم ہوتا ہے۔ دکن کے لوگ انھیں "حسن شیر" کہتے ہیں اور عوام میں یہ مشہور ہو گیا ہے کہ ہر رات کو ایک شیر اُن کی زیارت کے لیے آتا ہے۔ بظاہر یہ حسن شیر "حسن شاعر" کی تصحیف ہے۔ واللہ اعلم

شیخ فیضی و شیخ ابوالفضل کے بھانجے شیخ عبدالصمد بن افضل محمد اخبار الاصفیاء میں لکھتے ہیں کہ ۷۳۷ھ میں اُن کا انتقال ہوا۔ مخدومِ اولیا تاریخِ رحلت ہے مگر اِس مذکورہ تاریخ میں ایک عدد زائد ہے۔[۲۵]

اُن کے متبرک اشعار میں سے یہ ہیں:

اے ماہِ خوباں یک شبے برخویش مہمان کن مرا — وز آفتابِ روے خود چون صبح خندان کن مرا
دارم دلے آتش کدہ آخر خلیلِ من توئی — بر من فروزان یک دمے آتش گلستان کن مرا
افگند زلف کافرت اِشکالہا در دینِ من — یک بار بنما روے خود از سر مسلمان کن مرا
در کنجِ فرقت سالہا داؤدسان نالیدہ ام — بر تختِ وصلت اے پری یک شب سلیمان کن مرا
از زہدِ خشک خویشتن ہستم بر آن اوّل قدم — زان مے کہ چشمت مست شد ام وز غلطان کن مرا
گہہ ناز گاہے عربدہ چندین چہ زارم می کشی — لب بر لبِ من بندہ نہ، جان کندن آسان کن مرا

مسکین حسن می گویدت اے وقتِ عشاق تو خوش
گر من ز ایشان نیستم در کارِ ایشان کن مرا

Marfat.com

(۴) سید یوسف بن علی بن محمدؒ الحسینی الدہلوی الدولت آبادی

المشہور بہ سید راجا اور اس زمانے میں راجو قتال کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ یہ حضرت سید محمد گیسو درازؒ کے والد ہیں قدس اللہ اسرارہم۔

جوامع الکلم میں حضرت سید (گیسو درازؒ) سے روایت ہے، فرمایا ایک دن میرے والد ایک مسجد کے گوشے میں اشراق کی نماز پڑھ رہے تھے۔ ایک طالب علم اور ایک نویسندہ (کلرک) جو خود کو طالب علم ہی سمجھتا تھا، سماع کے بارے میں بحث کرنے لگے۔ میرے والد نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد کہا: "مولانا سنو: میں نماز میں تھا جو کچھ تم نے کہا وہ سب میں نے جانا اگر کہو تو سب سُنا دوں۔ مگر جب میں سماع میں ہوتا ہوں تو سوائے اُس چیز کے جو مطلوب ہے اور کوئی بات خاطر میں نہیں آتی اور ماسوا کا نہ کچھ ہوش ہوتا ہے نہ خبر ہوتی ہے۔"

دیوان راجا اُن سے منسوب ہے اور یہ دو بیت اُس میں سے ہیں:

روئے کہ دیدہ ام من اندر عیان نگنجد — حسن وجمال آن رُو اندر جہان نگنجد
پرواز مُرغِ قُدسی جُز لامکان نباشد — این مرغِ لامکانی اندر مکان نگنجد

(جو چہرہ میں نے دیکھا ہے وہ (عالم) ظاہر میں نہیں سما سکتا، اُس چہرے کا حسن وجمال جہان کے اندر بھی نہیں سما سکتا۔ مرغِ قدسی کی پرواز صرف لامکاں میں ہی ہوتی ہے، یہ لامکانی مرغ مکان میں نہیں سما سکتا)

سید یوسفؒ دہلی اجڑنے کے زمانے میں دولت آباد تشریف لائے اور ۵ رشوال ۷۳۱ھ کو انتقال فرمایا۔ اُن کا مرقدِ منور روضۂ مقدسہ کی چار دیواری کے باہر واقع ہے اور مزار سے برکت حاصل کی جاتی ہے۔

سید یوسف کی مناسبت سے اُن کے فرزند ارجمند سید محمد گیسو دراز قدس اللہ اسرارہما کا کچھ حال لکھنا بھی ازراہِ یُمن وتبرک ضروری سمجھا گیا، اگرچہ اُن کی خواب گاہ روضہ (خلد آباد) میں نہیں ہے۔

Marfat.com

سیّد محمد ملقب بہ گیسو دراز قدّس سرہٗ

حضرت شیخ نصیر الدین محمود کے جلیل القدر خلفاء اور ہندوستان کے مشاہیر اولیاء میں سے ہیں۔ آپ کی ولادت ۴ رجب ۷۲۱ھ کو ہوئی اور آپ کا سلسلۂ نسب بائیس واسطوں سے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ چار سال کی عمر میں دہلی اُجڑنے کے زمانے میں اپنے والد بزرگوار کے ساتھ دولت آباد کو منتقل ہوئے۔ کم سنی ہی میں پڑھنے میں مشغول ہوگئے۔ زیادہ تر اپنے دادا کی خدمت میں رہتے تھے۔ اُن کے دادا اور والد دونوں سلطان المشائخ کے مرید تھے سلطان المشائخ کے مناقب اکثر اُن کے زبان سے سنے مگر سلطان المشائخ اس دنیا سے رحلت فرما چکے تھے، ناچار حضرت شیخ نصیر الدین محمودؒ سے جو اُس زمانے میں سچے خلیفہ اور سلطان المشائخ کی ولایت کے وارث تھے (قدس اللہ اسرارہما) سے بیعت کرنے کا خیال آیا اور یہ فکر ہوئی کہ دولت آباد سے دہلی تک بہت فاصلہ ہے، اُن کی خدمت میں کیسے پہنچوں گا؟ ناگاہ اُن کی والدہ ماجدہ کسی تقریب سے (سیر محمدی سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرتؒ کی والدہ ماجدہ کسی سبب سے اپنے بھائی سید ابراہیم مستوفی سے ناراض ہوکر دہلی کو روانہ ہوئی تھیں حضرت گیسو درازؒ کے والد ماجد کا ۷۳۱ھ میں انتقال ہوچکا تھا، حضرت گیسو درازؒ اور اُن کے برادر بزرگ سیّد حسین عرف چندن اس سفر میں ہمراہ تھے۔ سیر محمدی (۱۲/) دہلی کے سفر پر روانہ ہوئیں۔ حضرت سیّد گیسو درازؒ نے بھی اپنی والدہ کے ساتھ دہلی کا ارادہ کیا' اور شیخ نصیر الدین محمودؒ کی خدمت کا شرف حاصل کرلیا۔ سولہ سال کی عمر میں ماہ رجب ۲۹ ۷۳۶ھ میں حضرت سے بیعت کی سعادت حاصل کی' اور شیخ کی خدمت میں رہنے لگے، ریاضت ومجاہدے کی وادی میں قدم رکھا اور علومِ رسمیہ کی تحصیل میں بھی مشغول رہے۔ کچھ دن سید شرف الدین کیتھلی سے کچھ دن مولانا تاج الدین بہادر سے اور زیادہ تر قاضی عبدالمقتدر بن قاضی رکن الدین الشریحی الکندی کی خدمت میں پڑھا۔ سب درسی کتابوں کو ترتیب کے ساتھ یکے بعد دیگرے پڑھ لیا، پھر پوری طرح علوم باطنی کی جانب توجہ کی اور سلوک کے اصول کو منتہائے وصول تک پہنچا دیا۔ جب اپنے واقعات شیخ نصیر الدین محمود کے سامنے بیان کیے تو شیخ نے فرمایا: ستر سال کے بعد ایک نوجوان نے مجھے ازسرِ نو وارفتہ بنا دیا۔ ہے اور پرانے واقعات یاد دلا دیے ہیں حضرت

Marfat.com

سیّد کے مریدوں میں سے ایک شخص محمد علی سامانی نے ایک کتاب سیرِ محمدی[۳۰] کے نام سے لکھی ہے جس میں حضرتِ سیّد اور اُن کے خلفاء و مریدین کے حالات ہیں، اُس میں وہ لکھتے ہیں کہ جب ملک حاجی اپنے خالہ زاد بھائی مولانا علاء الدین اندی کو شیخ نصیر الدین کے پاس مرید ہونے کے لیے لائے، شیخ نے اُنھیں مرید کیا، اور فرمایا: "اے ملک زادہ تمھارا میرے ساتھ رہنا ممکن نہیں ہے، تم کچھ کہہ سن بھی نہیں سکتے، میرے مُریدوں میں سے کسی کی صحبت اختیار کرلو"، مولانا علاء الدین سوچ میں پڑ گئے۔ شیخ نے یہی بات پھر دہرائی۔ مولانا علاء الدین نے کہا: "وہ سیّد جس کے گیسو دراز ہیں؟" مولانا اُس وقت تک حضرت سیّد کا نام نہیں جانتے تھے، حضرت سیّد کے گیسو بہت لمبے تھے، زانو تک آتے تھے اور جب وہ سماع میں ہوتے تھے تو گیسو زمین سے لگتے تھے۔ شیخ نصیر الدینؒ نے فرمایا: سید محمد گیسو درازؒ، آؤ۔ ملک زادہ کو اپنی صحبت میں رکھو اور جو کچھ میں نے تلقین کیا ہے اُس میں سے اِن کو بھی حصّہ دو۔ اُس وقت سے حضرت سیّد اور مولانا علاء الدین یک جا رہتے تھے" (انتہیٰ) [۳۱]

مولانا علاء الدین انصاری اندی دکن کے مشہور مشائخ میں سے ہیں اور اندی کے مقام پر آسودہ ہیں۔ اندی (بروزن بلند) گلبرگہ سے بارہ کوس کے فاصلے پر ہے۔ وہاں مولانا کے مرقدِ منوّر پر عالی شان گنبد اور عمارت بنی ہوئی ہے جو زیارت گاہِ خلائق ہے۔

راقم الحروف (آزاد بلگرامی) نے گلبرگہ کے سفر میں مولانا کے مزارِ مقدّس کی زیارت کی سعادت بھی حاصل کی ہے۔ بہر حال سیرِ محمدی کی روایت یہ بتاتی ہے کہ گیسو درازؒ لقب ہونے کا یہ سبب ہے جو اوپر بیان ہوا۔

اور شیخ عبدالحق محدّث دہلوی[۳۲] قدّس سرّہٗ فرماتے ہیں: "اِس لقب سے اُن کی شہرت کی وجہ یہ سنی گئی کہ سیّد ایک دن چند دوسرے مُریدوں کے ساتھ شیخ نصیر الدین محمودؒ کی پالکی اٹھائے ہوئے تھے، اُٹھاتے وقت سیّد کے گیسوؤں درازی کی وجہ سے پالکی کے پائے میں اُلجھ گئے اور انھوں نے ادب کے خیال سے اور غلبۂ محبت میں گیسوؤں کو چھڑانے کی فکر نہ کی، اِسی حالت میں خاصا لمبا فاصلہ طے کیا۔ بعد کو جب شیخ کو یہ بات معلوم ہوئی تو خوش ہوئے، اُن کی سچّی عقیدت اور نیک عمل پر بہت آفرین کہی اور یہ بیت فرمایا: ؎

Marfat.com

ہر کہ مریدِ سیّدِ گیسو دراز شد
واللہ خلاف نیست کہ اُو عشقباز شد

دکن کے عوام حضرت سیّد کو "بندہ نواز" کہتے ہیں، گویا میرزا صائب کا یہ شعر حضرت سیّد کے لیے کہا گیا ہے: ؎

گردن از بندگیِ عشق مکش چون یوسف
کہ عجب سلسلۂ بندہ نوازی دارد

شیخ نصیرالدین محمودؒ نے اپنے مرضِ وفات میں حضرت سیّد کو اپنی خلافت عطا فرمائی۔ شیخ کی رحلت کے تیسرے دن حضرت سیّد سجادے پر بیٹھے، اور طالب علموں کو راہِ مولیٰ کی نشاندہی کرنے لگے، جب سنِ شریف چالیس سے تجاوز کر گیا تو والدۂ ماجدہ کے حکم کی تعمیل میں شادی کی۔[۳۳] جب عمر گرامی (۸۰) سال کی ہوئی تو امیر تیمور کے حملے کے زمانے میں وطن مالوف سے ہجرت اختیار کی، اور ۷ ربیع الآخر ۸۰۱ھ[۳۴] کو دہلی سے نکلے۔ جس شہر و مقام میں بھی پہنچے وہاں کے اکابر اور حکّام نے استقبال کیا، اور مہمانداری کے لوازم ادا کیے۔ اثنائے سفر میں بہت سی مخلوقِ خدا نے بیعت کرنے کا شرف حاصل کیا۔ اِس سال کے آخر میں آپ سرزمین گجرات میں تشریف لائے اور کچھ دنوں تک اُس علاقے کو اپنے انوارِ برکات سے منوّر کیا۔ وہاں کے حکّام اور خاص و عام سب اُن کے مُطیع اور معتقد تھے۔ پھر دولت آباد کا قصد کیا۔ سلطان فیروز شاہ بہمنی[۳۵] کو خبر ملی کہ ایک عالی مقام سیّد گجرات کی جانب سے دکن کو تشریف لا رہا ہے، تو دولت آباد کے حاکم عَضدالملک کو لکھا کہ ہماری جانب سے نذر گذرانو۔ جب سیّد نے اپنے قدومِ مبارک سے دولت آباد کو مشرّف کیا، عَضدالملک نے خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل کی، اور سلطان کی جانب سے نذر پیش کی۔ حضرت سیّد نے اپنے والد ماجد کے مزار کی زیارت کی اور ۸۱۵ھ[۳۶] کے قریب گلبرگہ میں تشریف لائے۔ سلطان فیروز شاہ جو ہمیشہ باکمالوں کا طلب گار رہتا تھا، اِس بشارت سے بہت خوش ہوا، اور اپنے نئے بسائے ہوئے شہر فیروز آباد کو راجدھانی قرار دے کر گلبرگہ آیا؛ سب اولاد کو اُمراء اور ارکانِ دولت کو استقبال کے لیے بھیجا اور پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ اُنھیں شہر کے اندر لایا؛ پھر یہ درخواست کی کہ اِس شہر میں سکونت اختیار فرما کر اِسے

Marfat.com

رونق بخشیں:[۳۷]

حضرتِ سیّد نے اِس التماس کو شرفِ قبولیت بخشا اور وہاں کی سکونت اختیار کر لی سلطان فیروز شاہ بڑا کامل عالم تھا، اور اکثر فنون میں خصوصاً اُصول اور حکمتِ طبیعی میں گہری نظر اور مہارت رکھتا تھا۔ اُس نے یہ سب فضائل میر فضل اللہ انجو شاگرد رشید علامہ تفتازانی کی خدمت میں رہ کر حاصل کیے تھے۔ ہر ہفتہ میں سنیچر، پیر اور بدھ کے دن درس دیتا تھا اِس تفصیل کے ساتھ: تفسیر زاہدی، شرح تذکرہ (ہیئت میں)، اقلیدس ہندسہ میں، شرح مقاصدِ علم کلام میں، مطوّل علم معانی و بیان میں۔ اور اس نے یہ طے کر رکھا تھا کہ دولت آباد میں رصد گاہ بنائے گا، اور حکیم حسن گیلانی[۳۸] و سیّد محمد گازرونی دوسرے علماء کے ساتھ اس کام میں لگ بھی گئے تھے، مگر بعض باتوں کی وجہ سے جن میں ایک حکیم حسن علی کی وفات ہو جانا بھی ہے، یہ رصد گاہ کا منصوبہ ناتمام رہ گیا۔

چونکہ سلطان فیروز شاہ فلسفی مزاج تھا اور اُس نے حضرت سیّد کو علومِ ظاہری (یعنی معقولات) میں اس مرتبے کا نہیں پایا اِس لیے زیادہ توجہ نہ کی، مگر سلطان فیروز شاہ کے بھائی احمد خاں[۳۹] نے بھائی کے برعکس بہت گہری عقیدت پیدا کر لی تھی، اور ایک خانقاہ بنوا دی تھی، اکثر اوقات مجلسِ شریف میں حاضر ہو کر صوفیہ کے کلام سے بہرہ اندوز ہوتا تھا، جب کبھی سماع ہوتا تو اُس میں بھی حاضر ہوتا اور خانقاہ کے درویشوں کو طرح طرح کے احسان سے نوازتا تھا۔

تا آں کہ ۸۱۲ھ میں فیروز شاہ[۴۰] نے اپنے بڑے بیٹے حسن خاں کو جو ایک کم عقل اور عیاش شہزادہ تھا، ولی عہد بنا دیا، پھر اُس نے اکابر سے بیعت لینا چاہی، اپنے آدمیوں کو حضرت سیّد کی خدمت میں بھی بھیجا کہ اُس کے (یعنی ولی عہد) حق میں دعائے خیر کریں اور فاتحہ پڑھیں۔ حضرت سیّد نے جواب دیا کہ تم نے اُسے بادشاہی تو دے دی ہے، اب فقیر کی دعا کی کیا حاجت ہے؟ سلطان فیروز شاہ نے دوبارہ اپنے آدمیوں کو بھیجا، اور بہت خوشامد لجاجت کی۔ حضرتِ سیّد نے فرمایا کہ قضا و قدر کے حاکموں نے تمہارے بعد تاجِ سلطنت تمہارے بھائی احمد خاں کے لیے نامزد کر دیا ہے، کسی دوسرے کے لیے کوشش کرنا محض بے فائدہ ہے۔

Marfat.com

سلطان اِس بات سے رنجیدہ ہوا، ناگواری کے اثرات بھی ظاہر کیے، اور یہ کہلا بھیجا کہ خانقاہ قلعے کے پاس ہے، یہاں مخلوق کا ہجوم رہتا ہے، آپ کو شہر سے باہر چلے جانا چاہیئے۔ مجبوراً حضرت سیّد اپنے اہل و عیال کے ساتھ وہاں سے باہر آگئے، اور شہر کے کنارے، جہاں اب مزارِ مبارک ہے، قیام پذیر ہوئے۔ معتقدوں نے لگ لپٹ کر اُن کے لیے ایک پُر تکلّف گھر بنا دیا اور ۸۲۵ھ میں احمد خاں نے فیروز شاہ سے سلطنت چھین لی جیسا کہ محمد قاسم فرشتہ اور دوسرے مورخوں نے لکھا ہے۔

احمد خاں ۵ شوال سنہ مذکور (۸۲۵ھ)[۵۴۲] کو تختِ سلطنت پر بیٹھا اور اپنا لقب سلطان احمد شاہ رکھا۔ اِس کرامت کی وجہ سے جو اُس نے اپنے حق میں مشاہدہ کی تھی، حضرتِ سیّد کی بہت عزّت کرتا تھا اور اُن کا مرید ہو گیا تھا۔ کئی گانو اور پرگنے گلبرگہ کے علاقے میں حضرت کی نذر کیے، جو اِس زمانے تک کہ اب مغلوں کی حکومت ہے، اکثر گانو اور پرگنے بدستور اُن کی اولاد کے قبضے میں ہیں۔ اور اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ (جیسا راجا ویسی پرجا) کے مصداق دکن کی مخلوق کا رجوع بھی اُن کی جناب میں ہوا، اور اُن کے روضۂ عالیہ کو اپنا قبلۂ حاجات بنا لیا۔ دکن کی ساری مخلوق حضرتِ سیّد سے عظیم اعتقاد رکھتی ہے، یہاں تک کہ کسی شخص نے کسی دکنی سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم زیادہ بزرگ ہیں یا سیّد محمد گیسو دراز؟ اُس نے جواب دیا کہ "محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلّم) اگرچہ اللہ کے پیغمبر ہیں، مگر سبحان اللہ، سیّد محمد گیسو دراز کی شان ہی کچھ اَور ہے"۔

حضرتِ سیّد محمد زیادہ تر صومِ دوام رکھتے تھے۔ چاشت کے وقت اور نمازِ ظہر کے بعد درس دیتے تھے۔ درس زیادہ تر علمِ تفسیر، حدیث اور سُلوک میں ہوتا تھا۔ کبھی کبھی علمِ کلام اور فقہ بھی پڑھاتے تھے۔

۸۰۶ھ میں مولانا علاء الدین گوالیاری[۵۴۳] حضرت سیّد سے ملاقات کرنے گلبرگہ آئے اور عینُ القُضاۃ ہمدانی کی تمہید اور فصوص اُن کی خدمت میں پڑھیں۔ سوانح بھی پڑھنا چاہتے تھے، اِس تقریب سے حضرتِ سیّد نے فرمایا کہ میں نے دہلی میں جب سوانح کا سبق شروع کیا تو شیخ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا، اُنھوں نے مجھ سے کہا کہ میری اِس کتاب کی تہ تک ایک ہی شخص پہنچا ہے۔ تم کیا اِس کا سبق دینا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: آپ نے لوگوں

Marfat.com

کے سامنے ایک شخص کا نام لیا ہے۔ اب لوگ اُس شخص سے آگے کیسے نکلیں؟ شیخ نے کہا: "ہاں نہیں نکل سکتے، مگر بہت مشقت جھیلنی پڑے گی۔" اس کے بعد چھ مہینے تک بخار آتا رہا میں نے پھر شیخ کو خواب میں دیکھا کہ کھڑے ہنس رہے ہیں اور کہتے ہیں: "مشقت دیکھ لی!" میں خاموش رہا۔ شیخ نے فرمایا: "اب سبق پڑھاؤ۔"[۴۴]

☆ فرمایا: جب میں کھمبایت سے شہر پٹن میں پہنچا تو سوکھا پڑا ہوا تھا، بہت سے مویشی ہلاک ہو چکے تھے، جانور کھا رہے تھے۔ ایک کوّا شاخ پر بیٹھا ہوا کہہ رہا تھا:

"اَللّٰھُمَّ یَا وَاسِعَ الْمَغْفِرَۃِ وَسَّعْتَ عَلَیْنَا رِزْقَنَا بِفَضْلِكَ یَا رَحِیْمُ یَا وَھَّابُ یَا کَرِیْمُ یَا تَوَّابُ"[۴۵] (اے بخشش کرنے والے تو نے ہمارے لیے اپنے فضل سے رزق زیادہ کر دیا ہے اے رحیم۔ اے وہاب۔ اے کریم۔ اے توبہ قبول کرنے والے۔)

میں حیرت میں پڑ گیا کہ دیکھو اہلِ زمین پر تو مصیبت آئی ہوئی ہے اور کوّوں کے لیے نعمت اور رزق کی فراخی کے لیے شکر لانے کے نغمے زیادہ ہو گئے ہیں! پس میں نے جان لیا کہ: لُطْفُهٗ قَهْرٌ وَقَهْرُهٗ لُطْفٌ (اس کا لطف قہر، اور قہر لطف ہے)

☆ فرمایا: میرے لیے بیشتر کشایشِ کار قرآن کی تلاوت اور سماع سے ہوئی ہے۔

فرمایا: ذکر بہت زیادہ کرو اتنا کہ دل میں رچ بس جائے، جب دل ذاکر ہو جائے تو زبان کو روک لو، اس لیے کہ "اَلذِّکْرُ بِاللِّسَانِ لَقْلَقَۃٌ" اور جب روح ذکر کرنے لگے تو دل کو ذکر سے روک لو کیونکہ اَلذِّکْرُ بِالْقَلْبِ وَسْوَسَۃٌ وَالذِّکْرُ بِالسِّرِّ مُعَایَنَۃٌ (قلب سے ذکر کرنا وسوسہ ہے اور روح کا ذکر کرنا معاینہ ہے) اور چاہیے کہ انفاس پر نگرانی کر کے دل سے مضبوطی کے ساتھ ربط پیدا کرے اتنا کہ دل میں گداز پیدا ہو جائے اور (دل کی) زبان کھل جائے، جب (زبان) کھل گئی تو بس مقصود ہاتھ آ گیا! اس لیے کہ لَا ھِجْرَۃَ بَعْدَ الْفَتْحِ (فتح کے بعد ہجرت نہیں ہے)

حضرتِ سید کی تصانیف میں مُلتقط قرآن کی تفسیر فنِ سُلوک کے مطابق ہے۔ اس کے علاوہ دوسری تفسیر کشّاف کے طرز پر پانچ جزو کی ہے، کشّاف کے حواشی، مشارق کی شرح سُلوک کے مطابق مشارق کا ترجمہ، عوارف کی شرح معارف، عوارف کا ترجمہ، تعرّف کی شرح، فصوص کی شرح آدابُ المریدین کی شرح عربی و فارسی میں، تمہیدات عین القضاۃ کی شرح وغیرہ ہیں۔

Marfat.com

گلبرگہ کے سواد میں ایک تالاب ہے حضرتِ سیّد سے روایت ہے کہ اُنھوں نے فرمایا: ''جو کوئی اِس تالاب میں غسل کرتا ہے سعید ہو جاتا ہے۔'' یعنی نیک بخت اور گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ مگر سادہ لوح عوام کہتے ہیں کہ حضرتِ سیّد نے فرمایا کہ جو کوئی اِس تالاب میں غسل کرتا ہے وہ سیّد ہو جاتا ہے اور سیادت حاصل کرنے کے لیے اِس تالاب میں نہاتے ہیں۔

حضرتِ سیّد کا انتقال دوشنبہ (پیر) کے دن چاشت کے وقت ۱۶/ ذی قعدہ ۸۲۵ھ کو ہوا، گلبرگہ میں مدفون ہیں۔ سلطان احمد شاہ بہمنی نے مرقدِ مبارک پر ایک عالی شان گنبد بنوا دیا ہے۔ راقم الحروف (آزاد بلگرامی) ۱۱۶۰ھ میں گلبرگہ پہنچا اور مزارِ فائض الانوار کی زیارت سے بہت فیوض حاصل کیے۔

مولانا فریدالدین ادیب قُدِّسَ سِرُّہٗ

شیخ برہان الدین غریبؒ کے خلفا میں ممتاز ہیں چونکہ شیخ کے انتقال سے ۱۳ دن قبل رحمتِ حق سے واصل ہوئے، اِس لیے زیادہ شہرت نہ پائی۔ بچپن ہی سے ان کی حرکات و سکنات میں سعادت کے آثار پائے جاتے تھے۔ اُن سے روایت ہے کہ جب میں (۱۵) سال کا تھا اُس وقت اپنے ماموں کے ساتھ ایک محفل میں گیا جہاں سماع ہو رہا تھا، اُس محفل میں ہمارے شیخ بھی تشریف رکھتے تھے، میرے ماموں نے مجھے شیخ کے قدموں میں ڈال دیا، میں نے سوچا کہ اگر یہ شیخ صاحبِ ولایت ہیں، تو مجھے قلّتِ طعام (کم کھانے) کی نعمت میسر آئے گی جب اُس محفل سے واپس آیا تو حق تعالیٰ نے دنیا کی محبت سے میرے دل کو سرد کر دیا، اور قلّت طعام کا یہ حال ہوا کہ دن بھر میں ایک روٹی مشکل سے کھا سکتا تھا۔ (۱۸) سال کی عمر میں شرفِ ارادت حاصل کرنے کی سعادت ملی۔

جس روز شیخ نے مولانا کو مرید کیا، شیخ نے فرمایا: ''میرے سامنے یہ جوان ایسے حال میں آیا ہے جیسے کوئی مرید پیر کی خدمت میں تیس۳۰ برس تک رہا ہو۔''

شیخ نے اُن کے حق میں یہ بھی فرمایا: ''تمھارا خط استاد کے خط کی برابر ہو گیا ہے۔'' ایک اور وقت زبانِ مبارک پر آیا ''میرے پاس جو کچھ بھی ظاہری و باطنی نعمت ہے وہ تمھیں سونپتا ہوں۔''

Marfat.com

اور فرمایا: کل (قیامت میں) اگر مجھ سے پوچھیں گے کہ ہمارے حضور میں کیا (تحفہ) لائے ہو تو کہوں گا کہ فرید کو لایا ہوں۔"

قاضی فرید الدین ادیب[۴۹] سے منقول ہے کہ اُنھوں نے کہا: ایک دن مولانا فرید الدینؒ کی قدمبوسی کے لیے گیا، دیکھا کہ وہ تنہا ہیں اور رو رہے ہیں۔ جب ذرا سنبھلے تو میں نے عرض کیا کہ رونے کا سبب کیا تھا؟ فرمایا: "میں نے سنا ہے کہ شیخ کا یہ حکم ہوا ہے کہ اُن کی وفات کے بعد شیخ کی جگہ پر میں بیٹھوں، وہ کیسا دل ہوگا، اور کس کا یہ برتا ہے کہ شیخ کی جگہ پر بیٹھ سکے! میں نے خدا سے دعا مانگی ہے کہ شیخ سے پہلے ہی اِس دنیا سے چلا جاؤں۔" آخر ایسا ہی ہوا اور شیخ کی وفات سے ۱۳ دن قبل ۲۹ محرم الحرام ۷۳۸ھ[۴۹] کو رحلت فرمائی۔ اُن کی قبر شیخ منتجب الدین زر زری زر بخشؒ کے مقبرے کی حدود کے باہر مغرب کی جانب ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

خواجہ حُسین قدس سرہٗ

اُن کی جنم بھومی شیراز ہے، اُن کے والد سید محمود بڑے اولیاء اللہ میں سے تھے، اُن کا مزار شیراز میں ہے۔ اُن کے دو سعادت مند بیٹے پیدا ہوئے: خواجہ حُسین اور خواجہ عمر قدس اللہ اسرارہما۔ خواجہ حُسین بڑے نامی تاجروں میں سے تھے اور خوب ٹھاٹھ سے بسر کرتے تھے۔ جب خواجہ حسین کے فرزند ارجمند مولانا زین الدین داؤد حرمین شریفین کے راستے سے ہندوستان کی طرف آئے تو خواجہ حُسین کو بیٹے کی محبت نے اکسایا اور وہ اپنے بھائی اور اہل و عیال کے ساتھ رختِ سفر باندھ کر ہندوستان آ گئے۔ دہلی میں اپنے بیٹے سے ملاقات کی۔ دہلی اُجڑنے کے حادثے میں اہل و عیال کے ساتھ دکن میں دولت آباد آئے اور یہاں انتقال کیا۔ دونوں بھائیوں یعنی خواجہ حُسین و خواجہ عمر کی قبریں روضۂ مقدسہ میں پہاڑی کے اُوپر اور حصار کے باہر ایک ہی گنبد میں واقع ہیں۔ کہتے ہیں کہ دونوں بھائی سلطان المشائخ نظام الدینؒ (اولیاء) کے مرید ہیں۔

شیخ زین الدین داؤد

بن خواجہ حُسین بن سید محمود شیرازی قدس اللہ اسرارہم شیخ برہان الدین غریبؒ کے

Marfat.com

مسجّادہ نشین اور نہایت جلیل القدر اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ اِس گروہ کے اکابر میں اُن کا شمار ہوتا ہے وہ کراماتِ ظاہری اور کھلی نشانیوں کے مالک تھے، علومِ ظاہری و باطنی کا مجمع البحرین (سنگم) تھے، اُن کی ولادت باسعادت ۷۰۱ھ کے قریب شیراز میں ہوئی۔ وہ ابھی بچے ہی تھے کہ والدۂ ماجدہ انتقال کر گئیں اور والد بزرگوار نے اپنی آغوشِ شفقت میں پرورش کیا، توفیق دینے والے نے نوعمری ہی میں زیارتِ حرمین کے لیئے بُلا لیا، اور وہ اِس عظیم سعادت پر فائز ہوئے چونکہ پردۂ تقدیر میں اُن کے لیئے فتحِ باب حضرت شیخ بُرہان الدین غریبؒ قُدّسَ سرّہٗ کی کلیدِ توجّہ پر موقوف تھا۔ اُنھوں نے دیارِ عرب سے ہندوستان کا رخ کیا پہلے دارالخلافہ دہلی میں وارد ہوئے اور بہت تھوڑی مدّت میں کلام اللہ کو یاد کرلیا، پھر فضائل (علمی) کے حاصل کرنے پر کمر باندھی۔ دہلی کے جیّد علماء خصوصاً مولانا کمال الدین سامانہ سے کسبِ علوم کیا اور فضیلت کے اعلیٰ مدارج پر پہنچے جس وقت سلطان محمّد نے دہلی والوں کو دولت آباد کی جانب روانہ کیا ہے' مولانا کمال الدین سامانہ اور شیخ زین الدین بھی دولت آباد تشریف لے آئے، اُس وقت تک شیخ زین الدّین علماء کے لباس میں رہتے تھے، اور سارا وقت علوم کا درس دینے اور حیّ وقیوم کی عبادت میں بسر کرتے تھے۔ زہد و تقویٰ میں بہت جدّوجہد کرتے تھے، اور مشائخ صوفیہ سے قطعاً کنارہ کش رہتے تھے۔ اُس وقت شیخ بُرہان الدین غریبؒ کی مشیخت کا ڈنکا بج رہا تھا اور اُن کے سرود و سماع کا غلغلہ ملاءِ اعلیٰ تک پہنچ چکا تھا۔ شیخ زین الدینؒ اِس کی خبریں سُن سن کر استغفار کیا کرتے تھے، اور اُس پر طنز و تنقید کرتے تھے۔ یہاں تک کہ چند مشکل سوالات امتحان لینے کی غرض سے شیخ برہان الدینؒ کی خدمت میں لکھ کر بھیجے' اور اُن کے تسلی بخش جواب پائے، تو انکار اعتقاد میں بدل گیا اور ۷۳۶ھ میں نفائس الانفاس کے مؤلّف مولانا رکن الدین عماد کاشانیؒ کے ساتھ شیخ برہان الدینؒ کی خدمت میں آئے اور دستِ بیعت دیا۔ شیخ نے بیعت لیتے ہوئے فرمایا: "بیٹے، مُرید اچھے بنانا" جس دن نظام الحق والدّینؒ نے مولانا حُسامؒ کو شرفِ ارادت بخشا تھا یہ فرمایا: کہ "مُرید کی تکمیل میں کوشش کرنا تکثیر (تعداد بڑھانے) کی فکر نہ کرنا۔"

شیخ زین الدینؒ نے خدمت شیخ میں مِرصادُالعِباد بھی پڑھی، اور بہت سخت ریاضتیں

Marfat.com

کیں تھوڑی ہی مدّت میں سلوک کی منزلیں طے کرلیں اور عروج کے منتہا تک پہنچ گئے۔

۱۸ ربیع الثانی کو سلطان المشائخ قدس سرّہ کے عُرس کے دن ۷۳۶ھ[52] میں اُنھیں خرقۂ خلافت دے کر ممتاز کیا گیا۔ اور شیخ کی رحلت سے تین دن کے بعد[53] چھوٹے بڑے لوگوں کی موجودگی میں شیخ کی وصیت کے مطابق سجّادۂ خلافت پر بیٹھے، اپنے زمانے کے پیشوا اور خاص و عام کا مرجع بن گئے۔ اپنے پیر کی سنّت کے مطابق مجرّد زندگی بسر کرتے تھے۔ جس زمانے میں دولت آباد کے اُمراء نے سلطان محمّد سے بغاوت کرکے اسمٰعیل مخ کو تخت پر بٹھا دیا تھا اور سلطان محمد دہلی سے اس فتنے کو کچلنے کے لیے دولت آباد آیا تھا، اُس نے دولت آباد کے اکثر باشندوں کو ایک امیر کے ساتھ دہلی کی جانب بھیج دیا اور شیخ زین الدینؒ کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا۔

امیر حسین مؤلف ہدایۃ القلوب کہتا ہے کہ "ماہ ذی الحجہ ۷۳۶ھ کے جمعہ[53] کو بندگی مخدوم خیریت کے ساتھ سلطان محمّد کے لشکر میں شامل ہوکر دہلی کی جانب روانہ ہوئے۔ بندۂ کمینہ (مؤلف ہدایۃ القلوب) اور چند دوسرے مُرید ایلورہ کی حد تک اُنھیں پہنچانے کے لیے گئے۔"

دہلی پہنچ کر اُنھوں نے وہاں کے بابرکت مزاروں کی زیارت کی۔ اکابر دہلی شیخ نصیر الدین محمودؒ اور سلطان المشائخ کے دوسرے خلفاء سے ملاقات کی اور اُن سے فیوض حاصل کیے۔ بہت سی مخلوق اُن کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئی جن میں دارالخلافہ دہلی کے مفتی شیخ الاسلام صدرالدین جو شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی اولاد میں تھے، اور مولانا نورالدین امام بھی شامل ہیں۔ اُن کے بارے میں شیخ نے فرمایا: نَوَّرَكَ اللّٰهُ فِي الدَّارَيْنِ (اللہ تمھیں دونوں جہان میں درخشاں کرے)۔" اُنھوں نے کلام اللہ کے چند اجزاء بھی صحیح قرأت کے ساتھ شیخ سے پڑھے اور اُن کی نماز کی امامت پر مامور ہوئے۔ ارشاد المریدین اُن کی تصنیف ہے۔ راقم الحروف (آزاد بلگرامی) نے اس کتاب کا مطالعہ کیا ہے، بہت لطیف کتاب ہے جس میں بلند مضامین اور بہت قیمتی مقاصد بیان ہوئے ہیں۔ طالبوں کو چاہیئے کہ اس کتاب کو اپنے پاس محفوظ رکھیں اور اس پر کاربند ہوں۔

روایت ہے کہ پیر کے دن ماہ ربیع الاول ۷۴۹ھ[54] کی آخری تاریخ کو شیخ نے فرمایا: "دو مہینے ہوگئے کہ ہر روز ایک کلام اللہ ختم کرکے سلطان المشائخ کی رُوحِ پُرفتوح کو ایصالِ ثواب

Marfat.com

کرتا ہوں اور ہر صبح فجر کی نماز کے بعد روضۂ مقدسہ کے پائیں میں مراقبہ کرتا ہوں، آج ربّ العالمین کی عنایت سے اور شیخ الاسلام بُرہان الدین کی دستگیری سے جنھوں نے مجھے اس درگاہ کے سپرد کیا ہے، بے نہایت فضل وکرم کا مشاہدہ کیا، اور سلطان المشائخ کے مرقدِ مُطہر سے یہ شعر سنا ؎

بیا سائے زحسنِ خود کہ جانم از تو آسودہ ست
تو حسنِ من بر افزودی خدا حسنتُ بیفزاید

(خدا تمھارے حسن سے تمھیں راحت پہنچائے کہ میری جان کو تم سے راحت ملی ہے۔ تم نے میرے حسن میں اضافہ کیا ہے، خدا تمھارے حسن کو بڑھائے)

آخر کار سلطان محمّد نے ٹھٹھ (سندھ) سے شیخ کے بارے میں لکھا کہ ہم نے انھیں مجبور کر دیا تھا اگر وہ چاہیں تو دہلی میں سکونت اختیار کریں، حرمین محترمین شرّفہما اللہ تعالیٰ کی جانب تشریف لے جانا چاہیں تو اُن کے لیے زادِ راہ اور سواری مہیا کر دی جائے گی، اور اگر چاہیں تو دولت آباد کو واپس ہو جائیں۔ اِس کے قریب زمانے میں سلطان محمّد نے نواحِ شہر (ٹھٹھ) میں رحلت کی ۵۵ھ۔ سلطان فیروز تختِ سلطنت پر بیٹھا ۵۶ھ اور بہت عجلت کے ساتھ دہلی پہنچ گیا۔

۱۸ ربیع الاوّل ماہِ صفر ۲ ۷ ۷ھ پیر کے دن خدمتِ شیخ میں حاضری کا شرف حاصل کیا ۵۷ھ اور التماس کیا کہ دہلی کو اپنی سکونت سے عزت بخشیں۔ شیخ نے فرمایا: "اے خداوندِ عالم مجھے اجازت دیجیے کہ اپنے خواجہ (یعنی شیخ بُرہان الدینؒ) کے آستانے پر جا کر مروں، بس میرے اوپر آپ یہی احسان کر سکتے ہیں۔"

سلطان نے دوسرے ہی دن سامانِ سفر یعنی نقدی اور اسباب وغیرہ بھیج دیا۔ شیخ زین الدّینؒ نے حضرت شیخ فریدالدین گنج شکرؒ کے مرقدِ منوّر کی زیارت کے قصد سے اجودھن کا ارادہ کیا، شیخ نصیرالدین محمودؒ نے حوضِ شمسی کے کنارے قبلہ رُو بیٹھ کر اُن کے لیے دعا پڑھی اور شیخ زین الدین کے سر سے عمامہ اُتار کر اپنا عمامہ اُن کے سر پر باندھ دیا۔ سلطان المشائخ کے اور کچھ اپنے تبرکات انھیں عطا فرما کر رخصت کیا۔ شیخ زین الدّین اجودھن کو روانہ ہو گئے۔ اجودھن میں داخل ہونے

Marfat.com

کے دن صاحبِ سجّادہ یعنی شیخ محمد بن شیخ علاء الدین بن شیخ فریدالدّین گنج شکر قدس اللہ اسرارہم شیخ فریدالدینؒ کی بشارت اور اشارات کے مطابق اُن کے استقبال کے لیے نکلے اور بڑھاپے کے باوجود کہ اُن کی عمر سو سال سے متجاوز ہو چکی تھی، بے حد ادب و احترام کیا۔

شیخ زین الدینؒ تین شبانہ روز شیخ فریدالدینؒ کے گنبد میں دروازہ بند کرکے مشغول رہے صرف نماز کے وقت باہر نکلتے تھے، اور دن رات میں چار قرآن ختم کرتے تھے۔ تین دن میں مجموعی طور پر بارہ قرآن ختم کیے اور قریب ایک ماہ اجودھن میں قیام کیا۔ رخصت کے وقت صاحبِ سجّادہ نے شیخ فریدالدینؒ کے بعض تبرکات عنایت فرمائے اور ایک منزل تک اُن کی مشایعت کی۔ دکن کو لوٹتے وقت شیخ زین الدین خواجۂ بزرگ معین الدّینؒ کی زیارت کے قصد سے اجمیر کی طرف چلے اور اُس مقامِ واجبُ الاحترام پر پہنچ کر ایک ہفتہ روضۂ مقدسہ میں گوشہ نشین رہے۔ روزانہ چار قرآن تلاوت کرکے مجموعی طور پر (۲۸) ختم کیے اور بے حد فیوض حاصل کیے، بہت سے لوگ اُن کی بیعت سے مشرّف ہوئے، وہاں سے دکن کا رخ کیا، سفر کے مراحل طے کرتے اور منزلیں قطع کرتے ہوئے دولت آباد کو اپنے بابرکت قُدوم سے رشکِ بہشتِ بریں بنایا۔ اُس زمانے میں وہاں کی ساری آبادی نے اُن کی طرف رجوع کیا، سلاطین واُمراء نے اُن سے عقیدت و نیازمندی کا اظہار کیا۔

جس زمانے میں بہرام خاں مازندرانی حاکمِ دولت آباد نے بغاوت کی اور سلطان محمد شاہ بہمنی نے اُس پر لشکر کشی کی، بہرام خاں نے میدانِ جنگ سے منھ موڑ کر خود کو برق و باد کی تیز رفتاری کے ساتھ قلعۂ دولت آباد میں پہنچا دیا۔ سلطان دھاوا بول کر دولت آباد سے دو کوس کے فاصلے پر پہنچ گیا اور محاصرہ کی فکر کرنے لگا۔ بہرام خاں سخت سراسیمہ ہوا، رات کو بھیس بدل کر شیخ زین الدینؒ کی خانقاہ میں آیا اور اُن سے اِس کا چارۂ کار دریافت کیا، کہ اگر حکم ہو تو میں قلعہ میں بند ہو کر دفاعی جنگ کروں اور اگر دوسری صورت میرے لیے مناسب ہو تو حکم فرمائیں تاکہ اُس کی پابندی کروں۔

شیخ نے فرمایا: "اَلْمُسْتَشَارُ مُؤتَمَنٌ" (جس سے مشورہ طلب کیا جائے اُسے دیانت دار ہونا چاہیئے) تمھاری بھلائی جس بات میں ہے وہ کہتا ہوں۔

Marfat.com

قلعہ میں جا بیٹھنا اور دروازے اپنے اوپر بند کر لینا احتیاط اور دور اندیشی کے خلاف ہے۔ بیوی بچوں کو ساتھ لو، سب مال اسباب سے قطعِ نظر کرو، اور یہاں ٹھہرنے کو اپنی ہلاکت سمجھتے ہوئے اِسی وقت گجرات کا راستہ لو۔ بہرام خاں نے شیخ کی خانقاہ میں بیٹھے بیٹھے ہی اپنی بیوی بچوں کو پیغام بھیجا کہ یُوہیں خالی ہاتھوں فوراً چلے آؤ، تاکہ شیخ کی زیارت کر کے اور اُن کے متبرک انفاس سے ہمت حاصل کر کے پھر ہم قلعہ کے اندر آئیں۔ اُس کے متعلقین اور ملازم جو بھروسے کے لائق تھے، معاملے کو سمجھ گئے، اور اُسی وقت گھوڑوں پر زین کس کر، ضروری لوگوں کو سوار کر کے، شیخ کی خانقاہ میں لے آئے۔ شیخ نے اپنا دستِ مبارک بہرام خاں کی کمر پر رکھا اور فرمایا: "سوار ہو جاؤ اللہ کی توفیق سے سلامتی تمھارے شاملِ حال رہے گی"۔

بہرام خاں گجرات کی طرف چلا گیا۔ سلطان محمد شاہ کو اُس کا فرار ہونا معلوم ہو گیا، اُس نے گجرات کی سرحد تک یلغار کی، مگر ان بھاگے ہوؤں تک نہ پہنچ سکا تو غصہ میں بھرا ہوا دولت آباد کو واپس ہوا۔ شیخ زین الدینؒ کے لیے یہ قصہ سابقہ رنجش پر اضافہ ہو گیا کیونکہ اِس سے پہلے سلطنت کے آغاز میں تمام مشائخ نے حاضرانہ و غائبانہ سلطان محمد شاہ سے بیعت کی تھی مگر حضرتِ شیخ نے بادشاہ کے شراب پینے اور ناجائز کاموں کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے بیعت نہیں کی اور کہہ دیا کہ: مخلوق کی ریاست کا سزاوار وہ ہوتا ہے جو ملّتِ نبوی کے شعائر کی حفاظت کی ظاہر و باطن میں کوشش کرتا ہو اور ناجائز باتوں کے قریب نہ جائے"۔

بہرام خاں کے تعاقب سے واپس آکر سلطان نے اپنے حاجبِ خاص کے ذریعے شیخ کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ شیخ میری مجلس میں حاضر ہوں۔ پھر قاضیِ شہر کو بھیجا کہ کسی طرح بھی ہو شیخ کو میرے پاس لائیں اور اگر وہ نہ آئیں تو میری مخالفت کا اقرار (لکھ کر) کریں اور دستخط بھی ثبت کریں۔ شیخ نے جواب دیا کہ ایک بار ایک سیّد، ایک عالم، ایک مخنث (خواجہ سرا) کفار کے ہاتھوں میں گرفتار ہو گئے۔ کفار کے سردار نے کہا کہ جو بُت کو سجدہ کرے اُسے امان دیدی جائے ورنہ گردن مار دی جائے۔

سب سے پہلے عالم سے سجدہ کرنے کو کہا گیا۔ اُس نے آیہ کریمہ "اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ وَقَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّ" (مگر وہ جسے مجبور کیا جائے، پر اُس کا قلب مطمئن ہو)[۶۱] پر عمل کرتے ہوئے بُت کو

سجدہ کرلیا۔ اِس کے بعد سیّد سے کہا گیا۔ سیّد نے سوچا: جو دلیل عالم نے بیان کی ہے وہ میرے لیے بھی حجّت ہے، اِس کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم میرے دادا ہیں، مجھے ہرگز نہ چھوڑیں گے اُس نے بھی سجدہ کرلیا۔ جب خواجہ سرا کی نوبت آئی تو اُس نے کہا: "میری ساری عمر ناشائستہ افعال میں گذری ہے، میں نہ مولوی ہوں، نہ سیّد ہوں۔ میرا سرمایہ سوائے کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ اور کچھ نہیں، ہے اگر اس کو بھی ہاتھ سے دے دوں تو کل (قیامت میں) میرا کیا حال ہوگا؟ چاہے میرا سر تن سے جدا کردیں، میں تو بُت کو سجدہ کرنے والا نہیں ہوں۔

یہ حکایت بیان کرنے کے بعد شیخ نے فرمایا: "میں مخنّث بلکہ مخنّث سے بھی بدتر اگر تیری مجلس میں حاضر ہوں یا تیری مخالفت کا اقرار کروں۔"

یہ جواب سلطان تک پہنچا تو غصے میں بھر گیا اور قاضی شہر سے کہا: "شیخ سے کہو کہ میرے شہر میں نہ رہیں۔"

شیخ نے فوراً اپنا مصلّٰی کندھے پر ڈالا، روضۂ مقدسہ کی جانب متوجہ ہوئے اور مرقدِ شیخ بُرہان الدین قُدّس سرّہ کے پائیں میں اپنا مصلّٰی بچھا کر بیٹھ گئے اور فرمایا: "اب کوئی مرد ہو تو مجھے یہاں سے ہلا کر دکھائے۔"

سلطان نے جو سختی کی تھی اُس پر شرمندہ ہوا، اور شیخ کی خدمت میں کہلا کر بھیجا کہ کسی طرف نہ جائیں۔ اِس کے بعد سے شیخ نے روضہ میں اقامت اختیار کرلی۔ دوسری بار سلطان محمد نے خود اپنے قلم سے یہ شعر لکھ کر صدر الشریعت کے ہاتھ شیخ کی خدمت میں بھیجا:

من زانِ توام تو زانِ مَن باش — خوش باشد عشقِ اتّفاقی

(میں تمھارا ہوں، تم میرے ہوجاؤ، دونوں طرف سے عشق ہو تو اچھا ہوتا ہے)

شیخ نے فرمایا: اگر شاہ محمّد غازی مراسمِ شریعتِ محمدی کی حفاظت میں کوشش کرے اور ممالکِ محروسہ میں شراب خانے بند کرکے اپنے باپ کے طریقے پر عمل کرے، لوگوں کے سامنے شراب نہ پیے، قاضیوں، عالموں اور صدور کو بھی حکم دے کہ وہ امرِ معروف اور نہیِ منکر میں سخت کوشش کریں تو زین الدّین فقیر سے زیادہ اُس کا دوست دوسرا کوئی نہ ہوگا۔ پھر یہ رباعی اپنے دستِ مبارک سے لکھی:

تا من بزیم بہانہ جوئی نکنم — جز نیک دلی و نیک خوئی نکنم
آنہا کہ بجائے من بدیہا کردند — گر دست رسد بجز نکوئی نکنم

Marfat.com

(میں جب تک زندہ ہوں بہانے بازی نہیں کروں گا سوائے نیک دلی اور نیک خوئی کے کچھ نہ کروں گا۔ جنھوں نے میرے ساتھ برائیاں کی ہیں، میرا بس چلے گا تو اُن سے سوائے بھلائی کے اور کچھ نہ کروں گا)

شیخ کی زبانِ مبارک پر جو خطاب غازی جاری ہوا اِس سے سلطان محمد بہت خوش ہوا حکم دیا کہ اُس کے القاب میں اِس کا اضافہ کر لیا جائے اور اس کے بغیر کہ اس وقت ان دونوں کی ملاقات واقع ہو، وہ گلبرکہ کی طرف چلا گیا۔ ساری مملکت سے شراب فروشوں کی دکانیں دوُر کر دیں اور شریعت کی ترویج میں بہت کوشش کرنے لگا۔ دکن کے شورہ پشت اور چور سارلے آفاق میں مشہور تھے، جنھوں نے بٹ ماری کو اپنا پیشہ بنا رکھا تھا۔ وہ قافلوں پر ٹوٹ پڑتے تھے۔ پادشاہ نے اُن کو پکڑنے کی طرف توجہ کی اور اطراف کے حکام کو فرمان بھیجا کہ اپنے علاقے کو چوروں اور بٹ ماروں سے پاک کر کے اُن کے سروں کو اپنی کارگذاری دکھانے اور دوسروں کو عبرت دلانے کے لیے دربار میں روانہ کریں۔ حکّام نے اِس فرمان کے مطابق چوروں کے ٹھکانوں پر چھاپے مار کر ۶-۷ مہینے کے عرصے میں چوروں کا کوئی نشان بھی باقی نہ چھوڑا جسے مٹانا ضروری ہوگیا تھا۔ چوروں اور بٹ ماروں کے تقریباً (۲) ہزار سر گلبرگہ لائے گئے۔ شہر کے اطراف میں اِن سروں کے چبوترے بنائے گئے اور سارے راستے رہزنوں کی دست درازی سے محفوظ ہو گئے۔ چونکہ سلطان محمّد یہ کام شیخ زین الدّین کی خوشنودیِ خاطر کے لیے کر رہا تھا۔ اس لیے حضرتِ شیخ سے خط و کتابت اور پیغام و سلام کا سلسلہ برابر جاری رکھا، اخلاص اور اعتقاد کی شرطیں پوری کرتا رہا۔ شیخ بھی اُس کے امرِ معروف اور نہیِ منکر (اچھے کام کرنے اور بُرے کاموں سے روکنے) کے عمل سے خوش ہو کر ہمیشہ اُسے عنایت سے بھرپور خط لکھتے رہتے تھے۔

سلاطینِ فاروقیہ بُرہان پور کا بانی ملک راجا شیخ زین الدّینؒ کا مُرید ہے، اُن سے خرقہ ارادت و اجازت بھی پایا تھا۔ ملک راجا شروع میں بادشاہِ دہلی فیروز شاہ کے دربار سے خاندیس کے قریب تھالنیر کی حکومت پر مامور ہوا تھا۔ ۷۷۲ھ میں اس علاقے میں گیا۔ اپنے حسنِ تدبیر اور تلوار کے زور سے اُس ملک کے راجاؤں اور سرداروں کو اپنا مطیع و فرمانبردار بنا لیا، رفتہ رفتہ سلطنت کی صلاحیّت پیدا کر لی اور ۸۰۱ھ میں اس عالم کو خیرباد کہا۔ اُس نے بڑے

Marfat.com

بیٹے نصیر خاں کو ولی عہد بنایا تھا اور شیخ زین الدینؒ سے جو خرقہ ارادت و اجازت ملا تھا وہ اسے سونپا۔ اِس طرح تقریباً (۲۰۰) سال سے کچھ زیادہ مدت تک خاندیس کی بادشاہی اِس خاندان میں رہی۔ خرقہ ارادت و اجازت بطناً بعد بطنٍ جو بھی ولی عہد ہوتا تھا، اُس کو ملتا تھا۔ یہاں تک کہ بہادر شاہ بن راجا علی خاں نے وہ خرقہ پایا جو ان بادشاہوں میں آخری تھا اور نصیر خاں نے دریائے تاپتی کے کنارے شیخ بُرہان الدین غریبؒ کے نام سے شہر بُرہان پور اور اُس کے مقابل دوسرے کنارے پر شیخ زین الدینؒ کے نام سے زین آباد کی بنیاد ایک ہی دن میں ڈالی۔ ان دونوں بزرگوں (علیہما الرّحمۃ) کی برکت اور نصیر خاں کے حسنِ اعتقاد سے شہر بُرہان پور کی آبادی تھوڑی سی مدت میں اِس حد تک پہنچ گئی کہ اُس کا بیان نہیں ہوسکتا۔ آج بھی وہ آبادی باقی ہے اور زین آباد بھی عظیم قصبہ بن گیا۔

امیر حسین جو شیخ زین الدینؒ کے مریدوں میں سے تھے، اُنھوں نے شیخ کے ملفوظات[۶۳] ہدایۃ القلوب کے نام سے جمع کیے ہیں۔ اِس کتاب کا ایک حصّہ اِس رسالے میں نقل کیا جاتا ہے۔

امیر حسین کہتے ہیں کہ: ایک رات اس بندۂ کمینہ نے دریافت کیا کہ اِس شعر کا کیا مطلب ہے؟

كَفٰى حَزَنًا بِالْوَالِہِ الصَّبِّ اَنْ یَّرٰی
مَنَازِلَ مَنْ یَّھْوِیْ مُعَطَّلَۃً قَفْرًا

یعنی ایک عاشقِ دیوانہ کے لیے یہ غم ہی کافی ہے کہ وہ منازلِ محبوب کو محبوب سے خالی دیکھے۔

- فرمایا: مشائخ اِس لیے بیٹھے ہیں کہ مُریدوں کے باطن کو ذکرِ حق سے معمور کریں۔ بلکہ اس کے مصداق کہ: لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ وَلٰکِنْ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ (مجھے میری زمین اپنے اندر سمو سکتی ہے نہ میرا آسمان۔ البتّہ میں اپنے مومن بندے کے دل میں سما سکتا ہوں) جب کسی کا باطن حق سے معمور ہوجائے تو ھُوَ المراد۔ اور اگر نعوذ باللہ وہ خالی رہے تو کوئی مصیبت یا غم اس سے زیادہ نہیں ہوسکتا۔

- ایک شخص نے پوچھا کہ ان دو شعروں کا مطلب کیا ہے؟

یَا عَاذِلَ الْعَاشِقِیْنَ دَعْ فِئَۃً — اَضَلَّھَا اللّٰہُ کَیْفَ تُرْشِدُھَا
وَفِیْ فُؤَادِ الْمُحِبِّ نَارُ ھَوًی[۶۵] — اَحَرُّ نَارِ الْجَحِیْمِ اَبْرَدُھَا

Marfat.com

احقر العباد آزاد کہتا ہے کہ یہ دونوں شعر عرب کے مشہور شاعر ابوالطیّب المتنبی کے ہیں[66]۔ ان کا ترجمہ یہ ہے کہ: "اے عاشقوں کو ملامت کرنے والے، اِس گروہ کو چھوڑ دے۔ جس کو اللہ نے بھٹکایا ہو تو اُس کی کیا رہنمائی کر سکتا ہے! عاشقوں کے دل میں عشق کی ایسی آگ ہے جس کے مقابلے میں آتشِ دوزخ بھی سرد ترین ہے۔"

امیر حسین کہتے ہیں: حضرت شیخ نے فرمایا: "آتشِ دوزخ، آتشِ عشق کی برابری کیا کر سکتی ہے!۔ ابراہیم علیہ السّلام سے کہا گیا کہ نمرود نے بڑی زبردست آگ دہکا رکھی ہے اور آپ کو اُس آگ میں ڈالے گا۔ اُنھوں نے فرمایا: کیا ڈر ہے، میرے دل کی آگ آتشِ نمرود سے زیادہ دہکی ہوئی ہے اور جب قیامت کے دن اِس وعدے کے مطابق لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ (میں دوزخ کو بھر دوں گا[67]) دوزخ کو آواز دیں گے: هَلِ امْتَلَأْتِ[68] (کیا تو بھر گیا) تو دوزخ کہے گا: هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ؟[69] (کیا اور باقی ہے؟) پھر سب مومن و کافر کو اُس میں لائیں گے: وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا (اور تم میں سے کوئی نہ بچے گا جو اُس میں داخل نہ ہو) جب دوزخ مومنوں کے انوار دیکھے گا تو بھاگے گا اور فریاد کرے گا کہ "جُزْ يَا مُؤْمِنُ فَاِنَّ نُوْرَكَ اَطْفَاءَ نَارِيْ (یعنی اے مومن ہٹ جا تیرے نور نے میری آگ کو بجھا دیا ہے) تو مومن وہاں سے ہٹ جائیں گے اور آگ کافروں کو لپیٹ لے گی۔

● فرمایا: "جو لوگ دنیا کی ہوس میں حرص و ہوا کا راستہ ناپتے ہیں اُن کی مثال رہٹ کے بیل کی سی ہے غفلت کی پٹی اُن کی آنکھوں پر باندھ دی گئی ہے وہ سمجھتے ہیں کہ راستہ طے کر رہے ہیں، جب اچانک پٹی کھولی جاتی ہے تو وہ خود کو پہلی منزل پر ہی دیکھتے ہیں: قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ۝ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۝ (کہہ دو کیا میں تمھیں اُن لوگوں کے بارے میں بتاؤں جو اپنے اعمال کے اعتبار سے گھاٹے میں رہ جاتے ہیں۔ (یہ وہ لوگ ہیں) جن کی کوششیں دنیوی زندگی میں اکارت گئیں مگر وہ سمجھتے رہے کہ وہ کوئی بہت اچھا کام کر رہے ہیں!)

● فرمایا: نصیحت اشاروں میں کرنی چاہیے۔ کوئی قصّہ بیان کر کے یا کوئی مثال دے کر، جو کسی کے حسبِ حال ہو۔ اگر کھل کر کہے گا تو یہ دشمنی ہوگی نصیحت نہیں۔ اِس لیے کہ ایک نصیحت ہوتی

Marfat.com

ہے، ایک فضیحت (رُسوا کرنا) ہوتی ہے، ایک خصومت ہوتی ہے، جو کچھ تنہائی میں کہا جائے وہ نصیحت ہے، جو سب کے سامنے کہیں وہ فضیحت ہے، اور جو کھلم کھلا کہا جائے وہ خصومت ہے۔ سلطان المشائخ نظام الدینؒ نے فرمایا: کَلَامُنَا اِشَارَۃٌ فَاِذَا صَارَ عِبَارَۃً صَارَ جَفًّا (ہماری باتیں اشاروں میں ہوتی ہیں، جب وہ عبارت میں آئیں تو تُند ہو جاتی ہیں)۔

• ایک شخص نے پوچھا کہ کوئی شخص اگر کسی سے مرید تھا، پھر اُس نے دیکھا کہ یہ پیر تو بناوٹی ہے، کیا وہ کسی دوسرے سے بیعت کر سکتا ہے؟ فرمایا: اُس شخص پر دوسرے سے بیعت کرنا فرض ہے۔ کیونکہ اگر کوئی شخص کسی سمت میں نماز پڑھ رہا ہے، جب اُسے یہ پتا چلے کہ قبلہ دوسری سمت میں ہے تو پھر اُسی پہلی سمت میں رہنا جائز نہیں ہے قبلہ کا مقصود حق کی طرف توجہ کرنا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ (میں نے اپنا رخ اخلاص کے ساتھ اُس کی طرف کر لیا ہے جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا ہے اور میں مُشرکوں میں سے نہیں ہوں) حق جہات سے پاک ہے۔ اور جس طرح کعبہ قبلہ ظاہر ہے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ باطن ہیں، جس نے آنحضرتؐ کی طرف توجہ کی: اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ (جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں وہ (در اصل) اللہ سے بیعت کرتے ہیں) اور: وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (اور جس نے رسول کی اطاعت کی اُس نے (در اصل) اللہ کی اطاعت کی) اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا) اسی طرح صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم: اَصْحَابِیْ كَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ (میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں۔ ان میں سے تم جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے) وہ ہیں جنھیں رسول علیہ السلام کی پیروی کا نور ملا ہے، ان میں سے ہر ایک مصطفےٰؐ کا قائم مقام اور طالبانِ خدا کا قبلہ ہے۔ اس گروہ کی علامت یہ ہے کہ حلم اور ہمدردی کے باوجود اُن کی ہیبت بھی ہوتی ہے، جیسا کہ باری تعالیٰ نے پیغمبر علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو خطاب کر کے فرمایا: لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَیْهِمْ لَوَلَّیْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا مگر وہ جو خود شیخ بن کر بیٹھ گئے ہیں اور اُنھیں (نعمت) کسی شیخ کامل سے نہیں ملی ہے اُن کی پیروی کرنا محض ضلالت ہے: ؎

Marfat.com

این ہمہ شیخانِ خزائن پرست
برہمنانِ ثنائے بُتِ زر پرست

(یہ دولت کی پوجا کرنے والے سارے شیخ ایسے برہمن ہیں جو سونے کے بت کی پوجا کرتا ہے)

- فرمایا: "دین کے کاموں میں اپنے سے بہتر انسان کی پیروی کرنی چاہئیے یہ ظاہر ہے اور دنیا کے معاملات میں اپنے سے کمتر کی پیروی کرے۔ مثلاً کوئی شخص دو سو ٹنکے (سکہ) کی آمدنی رکھتا ہے تو اُسے چاہئیے کہ کسی ایسے شخص کی نقل کرے جس کی آمدنی سو ٹنکے ہو۔ باقی سو ٹنکے خیرات وصدقات میں دے دے تاکہ دنیا میں بھی اچھی گذرے اور دین میں بھی۔"
- فرمایا: نیک مردوں نے مریدوں کی تربیت دودھ پلانے والی عورت سے سیکھی ہے، اگر دودھ پلانے والی ایسی چیزوں سے پرہیز کرتی ہے جو نہ کھانی چاہئیں تو بچے کا مزاج صالح ہوتا ہے، ورنہ سب چیزوں کا بیٹے پر اثر پڑتا ہے۔
- فرمایا: مردانِ خدا اللہ کے سکھانے سے ایسی باتیں کہتے ہیں جو مخلوق کے علم وعقل میں نہیں سما سکتیں۔ اس لیے وہ اُن کے کافر اور گمراہ ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں۔

کارواں مصر سے باہر آیا، حضرت یعقوبؑ نے کنعان میں خبر دی کہ "اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ" (مجھے یوسف کی خوشبو آرہی ہے، اگر تم یہ نہ کہو کہ میں سٹھیا گیا ہوں) ان سے کہا گیا: "تَاللّٰہِ اِنَّکَ لَفِیْ ضَلٰلِکَ الْقَدِیْمِ" (خدا کی قسم تم ابھی تک اپنی پرانی گمراہی میں پڑے ہوئے ہو!) یہاں قسم کھائی ہے، اِنَّ اور لام تاکید کے لیے لائے ہیں اور ضلال (گمراہی) کی صفت قدامت بیان کی ہے۔

دوسرا موسیٰ وخضر کا قصہ ہے۔ خضر کی نبوّت میں اختلاف ہے۔ بعض نے اُنھیں نبی کہا ہے اور بعض نے ولی ــــ موسیٰ علیہ السّلام اللہ کے بھیجے ہوئے پیغمبر اور صاحبِ شریعت ہیں۔ کلیم اللہ ہیں۔ اتنے کمالات کے باوجود اُنھوں نے خضر علیہ السّلام کی صحبت میں رہنے کی درخواست کی تو جواب ملا: اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا (تم میرے ساتھ رہ کر صبر نہیں کر سکو گے) یہاں اِنَّ تحقیق کے لیے ہے، اور لَنْ سے نفی کی تاکید مقصود ہے۔

وہ کونسا علم ہے جس کی رو سے ایسا حکم لگایا جا سکے؟ موسیٰ علیہ السّلام نے فرمایا:

Marfat.com

سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِیْ لَکَ اَمْرًا ﴿ (اگر اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور میں آپ کے کسی حکم کے خلاف نہیں کروں گا) انتہائی سا علم رکھتے ہوئے بھی اُس پر "ان شاء اللہ" کی قید لگائی مگر خضرؑ نے بے تامل کہہ دیا تھا اور اس حکم کی تین جگہ تکرار بھی کی ہے۔ آخر وہی ہوا جو خضر علیہ السلام نے کہا تھا:

قُلُوْبُ الْعَاشِقِیْنَ لَھَا عُیُوْنٌ   تَرٰی مَالَا تَرَاہُ النَّاظِرُوْنَا

(عاشقوں کے دلوں میں آنکھیں ہوتی ہیں جو کچھ وہ دیکھتی ہیں وہ دوسرے نہیں دیکھ سکتے)

- فرمایا: جو قناعت کو ترک کر دیتا ہے اور حرص میں مبتلا ہو جاتا ہے، شیطان اُس کو گوپھن کا پتھر بنا دیتا ہے، اور جدھر کو چاہتا ہے دَوڑا دیتا ہے۔
- فرمایا: نانِ تنک دیر(پتلا) پورا پکتا ہے اور اُس کی دو تہیں ہوتی ہیں اور نانِ سطبر (موٹی روٹی) نہ پوری پکتی ہے اور نہ اُس کی دو تہیں ہوتی ہیں۔
- فرمایا: محمول وہ ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا: وَحَمَلْنٰھُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ﴿ (اور ہم نے انھیں خشکی میں اور تری میں اُٹھایا) اس کی اضافت اپنی طرف کی کہ ہم نے اُٹھایا اُن کو ملک و ملکوت میں۔ اس کی علمِ ظاہر میں مثال ہے۔ پھل والا درخت دو قسم کا ہوتا ہے، بعضے مضبوط تنے والے ہوتے ہیں جیسے کھجور یا آم کا درخت جو اپنے بوجھ کو خود اُٹھا لیتے ہیں۔ بعض دوسرے درخت بے تنے کے اور کمزور ہوتے ہیں، جیسے انگور کہ اُس کا بوجھ دوسرا اُٹھاتا ہے۔ جو کوئی اپنے کام اللہ کے حوالے کر دیتا ہے اُس کو وہ ضرور اُٹھا لیتے ہیں، پڑا نہیں رہنے دیتے، تمام حال و مقامات سے اُس کو گذار بھی دیتے ہیں، اُس کی حامل صرف عنایتِ حق ہوتی ہے۔
- فرمایا: میں کسی زمانے میں ایک عالم کے پاس پڑھتا تھا۔ ایک دن دنیا والوں کی شکایت کا ذکر درمیان میں آگیا۔ عالم نے کہا: مولانا زین الدین! یہ عالم کون و فساد ہے، تم یہاں راحت طلب کرتے ہو؟ لو کل کا ہی قصہ سنو: میرے گھر میں ایک درخت ہے، اُس میں بہت پھول آئے۔ پھولوں کے مادے میں جو مٹھاس اور لذت ہے اُس کی وجہ سے چھوٹے چھوٹے بے شمار بھنگے جمع ہو گئے، اب اِن بھنگوں کو کھانے کے لیے چڑیاں آنے لگیں۔ اچانک بلّی نے جو گھر کے اندر تھی چڑیوں کو شکار کرنے کا قصد کیا، چڑیاں ڈر کر اُڑ گئیں، اب ایک کتا آگیا اُس نے

Marfat.com

بلی کو کھانے کا ارادہ کیا، بلی بھاگ گئی۔ چھوٹا بچہ اُٹھا اور بلی پر حملہ آور ہونے کی وجہ سے کتے کو مارا' میں نے چاہا کہ کتے کو مارنے کی وجہ سے بچے کی پٹائی کروں، مگر اُس کی ماں نے ایسا نہ کرنے دیا۔ تو مولانا اب دیکھو میرا مطلوب کچھ ہے، بچے کا کچھ ہے' اُس کی ماں کا کچھ اور، اِسی پر آگے قیاس کرلو۔ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ[۵۱] (یہ اللہ کے مقرر کیے ہوئے پیمانے ہیں)

- فرمایا: گوشہ نشینی میں ہر ایک کی نیت مختلف ہوتی ہے۔ ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ خلق کے شر سے نجات پائیں، اِس سے ایک درجہ بلند یہ ہے کہ اپنے شر کو خلق سے دُور رکھیں۔
- فرمایا: اَلصُّوْفِيُّ لَا يُجَاوِزُ هَمُّهٗ مُصَلَّاهُ یعنی صوفی کا غم مصلے سے تجاوز نہیں کرتا (اسے اللہ تعالیٰ کی بندگی کے سوا کچھ اور منظور نہیں)
- فرمایا: كَلِمَاتُ الْمَشَائِخِ جُنُوْدُ اللّٰهِ تَعَالٰى فِي الْاَرْضِ (مشائخ کے ملفوظات زمین میں اللہ تعالیٰ کے لشکر ہیں) سالکانِ طریقت اِس لشکر کی مدد سے نفس پر، شیطان پر، اور دشمنوں پر فتح پاتے ہیں۔
- فرمایا حق تعالیٰ نے ہمارے خواجگان کا ہمیشہ ساتھ دیا ہے: وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ[۵۲] (اور اسی طرح مومنوں کی مدد کرنا ہمارے لیے برحق ہے)۔
- فرمایا: باری تعالیٰ کی جانب سے بندوں کے لیے آزمایش ہے۔ مثلاً جب پیشاب خارج ہوتا ہے تو وضو کا حکم ہوا۔ نجاست کہیں اور تھی دھویا کہیں اور جا رہا ہے۔ اگر مخرجِ بول کو نہ بھی دھوئیں تو جائز ہے، کیونکہ وہاں نجاست درہم شرعی کی مقدار سے کم ہوگی، اور جب منی خارج ہوتی ہے تو غسل کرنے کا حکم دیا گیا' اور فرمایا کہ تَحْتَ كُلِّ شَعْرَةٍ جَنَابَةٌ (ناپاکی ہر بال کی جڑ میں ہے) پیشاب کے نجس ہونے پر فقہا کا اتفاق ہے' اُس کے خارج ہونے پر تو وضو ہے! اور منی کے پاک ہونے میں اختلاف ہے اُس کے نکلنے پر غسل ہے، تاکہ معلوم ہو جائے یہ سراسر آزمایش ہے۔
- فرمایا: لَا تَزِنِ الْخَلْقَ بِمِيْزَانِ نَفْسِكَ، وَزِنْ نَفْسَكَ بِمِيْزَانِ الْمُوْقِنِيْنَ لِتَرٰى فَضْلَهُمْ وَاِفْلَاسَكَ، یعنی تم خلق کو اپنے نفس کی ترازو میں مت تولو۔ اپنے اوپر دوسروں کو قیاس مت کرو اور خود کو اربابِ یقین کی ترازو میں تولو تاکہ تم اُن کے سرمائے کی

Marfat.com

فراوانی اور اپنی بے مایگی کا اندازہ کر سکو)۔

شیخ زین الدین کے مریدوں میں سے ایک نے پہلے دلیل السّالکین نام کی ایک کتاب لکھی جس میں مبارک ملفوظات تھے، پھر دوسری کتاب تحریر کی اور اُس کا نام حبّۃ القلوب من مقالِ المحبوب رکھا۔ تیسری کتاب اور تالیف کی اُسے حبّۃ المحبۃ سے موسوم کیا۔ یہ شیخ کے دہلی سے آنے کے بعد لکھی گئی۔ یہ نسخہ راقم الحروف (آزاد بلگرامی) کی نظر سے گذرا ہے اس میں (۲۵) ملاقاتوں کے فوائد قلمبند کیے ہیں۔ اِس کا آغاز، ررجب ۷۵۵ھ سے لے کر حیاتِ شیخ کے آخری زمانے تک ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ۔ اِس میں وہ لکھتا ہے: ایک بار کچھ عشق و محبت کا ذکر نکلا، فرمایا: ؎

زعقل اندیشہ ہا زاید کہ مردم را بفرساید
گرت آسودگی باید برو عاشق شوائے غافل

(عقل سے تفکّرات پیدا ہوتے ہیں جو آدمی کو گھلا دیتے ہیں۔ اگر تجھے آسودگی کی تلاش ہے تو اے غافل جا اُس پر عاشق ہو جا!) پھر کیا کریں حصولِ عشق کی کوشش کرنی چاہیئے اور عشق کی پناہ میں چلا جانا چاہیئے تاکہ ساری آفتوں اور مشقتوں سے نجات پالیں۔ حق کی طرف لے جانے والا کوئی راستہ راہِ عشق سے نزدیک تر نہیں ہے۔

٭ کسی فضول آدمی نے سوال کیا: "عشق عطائی ہوتا ہے یا کسبی؟" فرمایا: "نبیوں کو بھیجنا کتابوں کو نازل کرنا، اولیاء کو ظاہر کرنا، یہ سب عشق کی تعلیم اور تحصیل کے لیے ہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی پیروی کے نور اور شیخ کی ولایت کی روشنی کے بغیر یہ راستہ طے نہیں کیا جا سکتا کیونکہ جنّ و انس کے شیطانوں کی کوئی انتہا نہیں ہے، وہ نورِ ولایت کے بغیر ایک قدم بھی اُٹھانے نہیں دیتے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ[۸۳] (کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبّت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبّت کرے گا) پھر اُس فضول آدمی کی جانب التفات فرما کر کہنے لگے: تم جو بات کہہ رہے ہو وہ بھی ہے مگر وہ (عشقِ عطائی) زیادہ ٹکاؤ نہیں ہوتا کیونکہ وہ نورِ ولایت کی حمایت میں نہیں ہوتا۔ جو ولایت و نبوت کی پیروی کرنے والے ہیں وہ گمراہی کی صفت سے آزاد ہوتے ہیں اِنَّكَ تَهْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ[۸۴] (تم یقیناً سیدھے

Marfat.com

رستے کی طرف رہنمائی کرتے ہو)

• شیخ فرمانے لگے کہ: مجرّد کو زیادہ فکر نہیں ہوتی۔ فرمایا ایک بزرگ تھے اُنھوں نے ایک بلّی پال رکھی تھی جب بھی اُن بزرگ کے سامنے کھانا لگایا جاتا تھا وہ بلّی آکر کھڑی ہو جاتی اور کچھ آواز نہ نکالتی۔ ایک دن اُس بزرگ کے سامنے کھانا چُنا گیا، دوسرے ساتھی بھی دسترخوان پر بیٹھے تھے، وہ بلّی آکر جھپٹی اور پیالے میں سے ایک بوٹی نکال کر لے گئی۔ اِن بزرگ نے کہا: "بلّی نے یہ بات عادت کے خلاف کی ہے ذرا تحقیق کرو"۔ چنانچہ اُس کے پیچھے پیچھے گئے تو دیکھا کہ اُس نے بچے دے رکھے ہیں، اُس شخص نے واپس آکر یہ بات (شیخ کو) بتائی۔ اُن بزرگ نے فرمایا: "جب تک وہ تنہا تھی کسی طرف التفات نہ کرتی تھی اب جو بچے ہوگئے ہیں تو بے فضیحت دیکھ رہی ہے"

٭ کچھ حیلے کی بات نکلی۔ فرمایا: "ایسا حیلہ جس میں شر مطلوب نہ ہو شرعاً جائز ہے، مثلاً اگر کسی شخص کی (دربار سے) طلبی ہوتی ہے، اور وہ ملاقات کرنا نہیں چاہتا، اپنے مزاج کے خلاف ہونے کی وجہ سے، یا اِس خیال سے کہ وہاں غیبت سننے کو ملے گی، یا چغلی کھانی پڑے گی، یا اپنے اَوراد ترک ہو جائیں گے، تو وہ کسی غلام کو بھیج دے، اور وہ غلام (لڑکا) دیوار پر ہاتھ رکھ کر کہے کہ "خواجہ یہاں نہیں ہیں" اور دل میں اِشارہ اپنے ہاتھ کی طرف کرے یا خواجہ گھوڑے پر سوار ہو جائے اور لوگ جاکر کہہ دیں کہ "خواجہ سوار ہوگئے ہیں"۔ تو ایسا حیلہ درست ہے مگر وہ حیلہ جو اشرار کو مطلوب ہوتا ہے حرام ہے۔ اِن دونوں کی نظیریں کتاب اللہ میں موجود ہیں۔ جو شرعاً جائز ہے، وہ تو ایوب علیہ السلام کے قصے میں ہے کہ اگر حد (شرعی سزا) قائم کی جائے تو ظلم ہوگا اور نہ کریں تو قسم لازم آتی ہے اور جو ممنوع ہے وہ داؤد علیہ السلام کے قصے میں ہے۔ اُن کی قوم کے لیے فرمانِ خداوندی آیا کہ ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار نہ کریں۔ اُس زمانے میں ہفتہ عبادت کا دن تھا جیسے آج جمعہ کا دن ہے۔ قوم نے حیلہ کیا اور گڑھے کھود دیے جو ہفتہ کو مچھلیوں سے بھر جاتے تھے اور یہ اتوار کو ان کو نکال لیتے تھے۔

عملِ بے ریا: عمل بے ریا کے بارے میں ارشاد ہوا "ایک درویش کلام پاک کی تلاوت میں مشغول تھا، اُس نے ایک چور کو دیکھا کہ گھر کے اندر داخل ہو رہا ہے۔ اُسے سنانے کے لیے آیت بلند آواز سے پڑھی۔ جب چور نے دیکھا کہ کوئی جاگ رہا ہے تو واپس ہوگیا۔ اب درویش پر نبند کا

Marfat.com

غلبہ ہوا۔ اُس نے خواب میں دیکھا گویا قیامت قائم ہوگئی ہے اور حکم ہوا ہے کہ سب بندوں کے اعمال کو تولا جائے جو آیت اُس نے بلند آواز سے پڑھی تھی اُس کو نہیں تولا گیا۔ درویش نے کہا: یہ بھی تو میری تلاوت کی ہوئی ہے! اُس سے کہا گیا کہ یہ آیت تم نے حق تعالیٰ کے لیے نہیں پڑھی تھی۔

- فرمایا: عمل کتنا ہی تھوڑا ہو اُس میں اخلاص زیادہ ہونا چاہیئے۔ ایک دن ایک درویش جنگل سے خانقاہ میں لکڑیاں لایا۔ ہر چند اُنھیں جلاتا تھا وہ آگ نہیں پکڑتی تھیں جب کھوج کیا گیا تو معلوم ہوا کہ درویش نے لکڑیاں لانے میں راستے میں مولانا زین الدّین کی دیوار سے کمر ٹیک لی تھی۔

قاضی صدر الدّین دار الخلافہ دہلی کے مفتی اور حضرت شیخ زین الدّینؒ کے مرید تھے اُنھوں نے کہا کہ اگر سارے مشائخ کی ریاضتیں امتحان کی ترازو میں تولی جائیں تو آنحضرتؐ کے مجاہدے کا پلڑا ہی سب پر بھاری رہے گا، اِس کے باوجود کہ حوصلہ اور سینے میں زیادہ طاقت نہ رکھتے تھے۔

وفات: شیخ زین الدّینؒ نے اتوار کے دن ۲۵ ربیع الاوّل ۷۷۱ھ کو نمازِ عصر کے وقت سفرِ آخرت اختیار کیا۔ لفظ ملاذ سے اُن کی تاریخ وفات برآمد ہوتی ہے۔ مرضِ موت میں مطلق کوئی چیز نہیں کھائی، بس صرف پانی پیتے تھے۔ اُس زمانے میں بھی سب نمازیں کھڑے ہو کر پڑھیں، اور کوئی سنّت یا نفل یا مستحب نماز نہیں چھوڑی یہاں تک کہ پگڑی بھی کھڑے ہو کر باندھتے تھے کسی شخص نے عرض کیا کہ اِس وقت کھڑے ہونے کی شرط آپ پر عائد نہیں ہوتی۔ فرمایا: خیر میں اِس حدیث پر عمل کرتا ہوں کہ: "مَنْ تَعَمَّمَ قَاعِدًا اَوْتَسَرْوَلَ قَائِمًا اِبْتَلَاهُ اللّٰهُ بِبَلَاءٍ لَا دَوَاءَ لَهٗ"، (جس نے بیٹھ کر عمامہ باندھا اور کھڑے ہو کر اِزار پہنی اُسے اللہ ایسی بلا میں گرفتار کرتا ہے جس کا کوئی علاج نہیں ہوتا)۔

اُسی زمانے میں ایک شخص نے عرض کیا کہ "روضہ پہاڑی کی ہوا بہت سرد ہے آپ دولت آباد والے گھر میں تشریف لے چلیں"۔ فرمایا: "مجھے یہاں شیخ کے آستانے پر ہی رہنے دو۔ آخر مجھے یہیں تو لائیں گے اور یہ شعر پڑھا: ہ

Marfat.com

اگر جنازۂ سعدی بکوے دوست برند

زہے حیاتِ نکونام و مُردنی بہ سعادت

(اگر سعدی کے جنازے کو محبوب کی گلی میں لے جائیں تو کیا اچھی ہے وہ نیک نام زندگی اور کیسی سعادت کی موت ہے وہ!) خواجہ کے انتقال کے دن شہاب الدین خادم اور شیخ برہان الدینؒ کے بعض مرید مثلاً مولانا شمسُ الدین فضل اللہؒ مولانا تاج الدّین احمدؒ وغیرہ حاضر تھے۔ مولانا شہاب الدّین نے عرض کیا کہ ساتھیوں کو کچھ عرض کرنا ہے اگر اجازت ہو تو گذارش کریں، فرمایا: "میں سمجھ گیا"۔ ساتھیوں نے پھر صراحت کی کہ کچھ وصیت فرمادیں اور کسی کو خلیفہ مقرّر فرمادیں کہ وصیّت مبارک کام ہے اور شیخ الاسلام بُرہان الدینؒ نے بھی وصیت فرمائی تھی۔ شیخ خاموش رہے اور کسی کو خلیفہ نہ بنایا۔ مُرید کرنے کی اجازت بھی نہیں دی۔ جب عصر کی نماز کا وقت آیا تو کچھ دیر کے لیے غشی طاری ہوگئی۔ مولانا شہاب الدّین خادم نے پاے مبارک پکڑ لیے اور عرض کیا کہ مخدوم عصر کی نماز کا وقت ہوگیا ہے۔ جیسے ہی یہ الفاظ کانوں میں پڑے فوراً تیّار ہوکر مصلّے پر آگئے اور پوری نماز ادا کی، فرض ادا کرنے کے بعد سرِ مبارک کو سجدے رکھا اور جانِ شیریں جان آفریں کے سپرد کردی۔ ؎

اگر میرد کسے بارے باین مرگ

(کوئی اگر مرے تو بارے ایسے مرے)

اُن کی ابدی خواب گاہ روضۂ مقدّسہ کی چار دیواری کے اندر حضرت برہان الدین غریب قدسؔ سرّہٗ کے مقبرے سے علیحدہ مقبرے میں ہے۔

شاہ جلال ملقّب بگنجِ رواں قُدّسِ سرّہٗ

قدیم بزرگوں میں اور خاصانِ درگاہِ کبریا میں سے ہیں۔ اس علاقے میں اُن کی تشریف آوری کو چشتی بزرگوں کی آمد سے پہلے بتایا جاتا ہے اور کہتے ہیں کہ شیخ کے ملفوظات حوادثِ زمانہ سے ضائع ہوگئے۔ اِس لیے اُن کے حالات بھی معدوم ہوگئے۔ مگر اُن کی بزرگی اور ولایت ایک کے بعد دوسری نسل میں تواتر کے ساتھ مانی گئی ہے۔ آج اُن کا مرقدِ منوّر انوار و برکات کے

Marfat.com

نزول کی جگہ، اور اربابِ حاجات کا قبلہ گاہ ہے۔ اُس کی بلند عمارت ہے اور بہت پُرفضا پہاڑی کے دامن میں واقع ہے۔ وہ ایک گہرے اور چوڑے تالاب کے مقابل ہے جو سمندر سے ہم چشمی کا دعویٰ کرتا ہے۔ اُس تالاب کے چاروں طرف پتھر کی نہایت مضبوط زینہ دار دیوار بنادی گئی ہے۔ برسات کے موسم میں اِس پرفضا مقام میں خاص کیفیت پیدا ہوجاتی ہے۔ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ یہ شاہ جلال وہی شاہ جلال الدّین تبریزیؒ ہیں جن کا تذکرہ مشائخ چشت کی کتابوں میں بہت آتا ہے جو دہلی کے شیخ الاسلام نجم الدین صُغریٰ سے جھگڑے کے سبب اُس شہر (دہلی) سے نکل گئے تھے، اس کی کوئی حقیقت نہیں، اِس لیے کہ شیخ جلال الدّین تبریزیؒ دہلی سے نکل کر بنگالہ کی طرف گئے تھے اور وہیں سے سفرِ آخرت اختیار کیا۔ شیخ عبدالحق دہلویؒ نے 'اخبار الاخیار' میں فرمایا ہے کہ شیخ جلال الدین تبریزیؒ کی قبر بنگالہ میں ہے اور اُن کے مزار سے برکت حاصل کی جاتی ہے۔ شیخ غوثی حسن نے گلزارِ ابرار میں اور شیخ ابوالفضل نے اکبر نامہ میں لکھا ہے کہ ان کی قبر بنگالہ کے بندر دیومحل میں ہے۔

شاہ خاکسار قدس سرہٗ

اِن کی جائے ولادت بیجاپور ہے۔ یہ خاندانِ سیادت سے ہیں اور اُن کا سلسلۂ ارادت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے اِس طرح کہ شاہ خاکسار مریدِ شاہ مہتابؒ، وہ مریدِ شاہ منتجب الدینؒ، وہ مرید رکن الدین نوریؒ، وہ مریدِ شاہ امان اللہؒ، وہ مریدِ شاہ صدرالدینؒ، وہ مریدِ شاہ بدرالدین حقانیؒ، وہ مریدِ شاہ عبدالوہاب محرم زادؒ، وہ مُریدِ سیّد عبدالرحمن شاہِ کونینؒ، وہ مریدِ سیّد نسیم الدین صاحبؒ دوست، وہ مریدِ سیّد زین العابدینؒ، وہ مریدِ سیّد عبدالرزاقؒ اور وہ اپنے والدِ بزرگوار حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے مرید۔

شاہ خاکسار مجذوب صفت تھے خلقِ خدا اُن کی خدمت میں بہت عقیدت رکھتی تھی اُنھوں نے روضۂ مقدسہ کی پہاڑی میں سکونت اختیار کی اور عالمگیر کی سلطنت کے درمیانی زمانے میں عالمِ باقی کا سفر اختیار کیا۔ خود اپنے تکیہ میں مدفون ہوئے۔ آج اُن کی درگاہ بہت صاف ستھری جگہ ہے۔ ابرو باراں کے موسم میں اِس قطعہ زمین کی شان ہی دوسری ہوجاتی ہے

Marfat.com

روضہ کے تمام پہاڑی علاقے میں کسی جگہ سبزہ ایسی خوبی سے نہیں اُگتا۔ یہاں ایک خوشنما تالاب بھی ہے جس کے کناروں پر پہاڑی احاطہ کیے ہوئے ہے، مگر جدھر سے پانی نکلتا ہے وہاں اونچی دیوار کھڑی کردی گئی ہے اور برسات کے موسم میں اس تالاب میں عجیب حسن پیدا ہو جاتا ہے، گویا موسمِ سبز میں ایک آئینہ ہے یا مینا کار انگوٹھی میں ہیرا جڑا ہوا ہے۔ اِس تالاب سے ایک بڑی نہر کھود کر روضے میں لائے ہیں اور شہر کے بڑے حصّے کو اُسی نہر سے پانی ملتا ہے۔

واضح رہے کہ سلطان اورنگ زیب عالمگیر انار اللہ بُرہانہٗ کی قبر شیخ زین الدین قدّس سرّہٗ کے حظیرے میں واقع ہے۔ اِس بادشاہِ عالی جاہ کے حالات اتنے روشن ہیں کہ قلم کی زبان آرائی سے بے نیاز ہیں۔ اُن کی ولادت ۱۰۱۷ھ میں ہوئی، ۱۰۶۹ھ میں تخت پر بیٹھے۔ ظلّ الحق اس کی تاریخ ہے اور اُن کا انتقال ۱۱۱۸ھ میں ہوا۔ "عالمگیر از جہان رفت" اُس کی تاریخ ہے اور اس متبرک مقام پر دو نظام الملک بھی مدفون ہیں۔ ایک تو نظام الملک بُرہان شاہ بحری والیِ احمد نگر جس کا حال مورخوں نے تفصیل سے لکھا ہے۔ اُس کی وفات ۹۶۱ھ میں ہوئی، اگرچہ اُس کی ہڈیوں کو کربلا منتقل کر دیا گیا، مگر باقی جسم یہیں خاک میں ملا ہے اور اُس کے مرقد پر ایک گنبد بنا دیا ہے، جو آج تک باقی ہے اور اسی سال میں سلطان محمود والیِ گجرات اور اسلام شاہ فرمانروائے دہلی نے بھی اِس دنیا سے رحلت کی۔ مشہور مورّخ محمد قاسم فرشتہ کے والد مولانا غلام علی نے کہا ہے:

سہ خسرو را زوال آمد بیک سال	کہ ہند از عدلِ شان دار الامان بود
یکے محمود شاہنشاہِ گجرات	کہ ہمچون دولتِ خود نوجوان بود
دوم اسلام شہ سلطانِ دہلی	کہ در ہندوستاں صاحبقران بود
سوم آمد نظام الملک بحری	کہ در ملکِ دکن خسرو نشان بود
زمن تاریخ فوت این سہ خسرو	چہ می پُرسی "زوالِ خسروان" بود

۹۶۱ھ

(ایک ہی سال میں تین بادشاہوں پر زوال آیا جن کے عدل سے ہندوستان دار الامان بنا ہوا تھا، ایک محمود شہنشاہِ گجرات، جو اپنی سلطنت کی طرح نوجوان ہی تھا۔ دوسرے سلطانِ

Marfat.com

دہلی اسلام شاہ، جو ہندوستان میں صاحبقران تھا۔ تیسرے نظام الملک بحری، جو ملکِ دکن میں خسرو کی طرح تھا۔ مجھ سے ان تین بادشاہوں کی تاریخِ وفات کیا پوچھتے ہو: یہ "زوالِ خسرواں" تھا) دوسرے نظام الملک آصف جاہ بن غازی الدین خان فیروز جنگ بن عابد خاں رَوَّحَ اللّٰہُ اَرواحہم (اللہ اُن کی روحوں کو آسودہ کرے) جب سے سلاطینِ اسلام کا جھنڈا ہندوستان پر لہرا رہا ہے آج تک ایسی جلالتِ شان کا کوئی امیر مسندِ امارت پر نہیں بیٹھا۔ اُس صاحبِ اقبال کی قسمت کا ستارہ آغازِ عمر سے آخر تک ترقی کے مدارج پر چڑھتا رہا اور عہدِ عالمگیر سے محمد شاہ کے زمانے تک ہر عہد میں وہ سلطنت کا ایک مضبوط ستون اور خلافت کے مدار المہام بن کر رہے۔ تقریباً تیس سال تک پورے صوبجاتِ دکن کی نظامت کی۔ وہ ممالک جو چند ذی اقتدار بادشاہوں کی سلطنت میں رہے تھے، دریائے نربدا سے سیت بندر تک، اس امیر کے قبضۂ تصرف میں تھے اور اُن سے ایسی فتوحات ظہور میں آئیں، جو زمانے کے بڑے جنگ آزما بہادروں کے لیے بھی باعثِ حیرت ہوتی ہیں۔ مستحق لوگوں کو بہت سی جاگیروں اور منصبوں سے نوازا۔ سادات علماء اور دیارِ عرب اور ماوراء النہر و خراسان و عجم و عراق کے مشائخ اُن کی قدردانی کی شہرت سن کر دکن کی طرف آنے لگے، اور اُن کے احسانِ عام سے اپنی قسمت کے مطابق حصہ پایا۔

اُن کی ولادت ۱۰۸۲ھ میں اور دکن کی گورنری کا آغاز ۱۱۳۲ھ سے ہوا۔ بوستانِ جنت کی سیر کے لیے ۴ جمادی آخرہ ۱۱۶۱ھ کو اتوار کے دن عصر کے آخر وقت میں بُرہان پور کے اطراف میں اپنے خیمے سے روانہ ہوئے۔ اُن کی مقدس نعش کو روضۂ مقدسہ میں لا کر شیخ بُرہان الدین غریبؒ کی پائنتی میں قبلہ کی جانب دفن کیا گیا۔ فرصت کے اوقات میں مُہماتِ ملکی سے فارغ ہو کر شعر کی طرف بھی توجہ کرتے تھے۔ آصفؔ تخلص تھا۔ اُن کے فکرِ رسا کا نمونہ یہ ہے:

تا شہیدِ خنجرِ مژگانِ یار م کردہ اند — سُرمہ در چشمِ قیامت از غبارم کردہ اند

افسوس کہ با طبعِ بُتاں نیست گوارا — اے بارغِ وفا، آب و ہوائے کہ تو داری

از خضابم نبود مطلبِ دیگر بخیال — این قدر ہست کہ آہو نگہان رم نکنند

Marfat.com

اور اسی سال میں محمد شاہ فرمانروائے ہندوستان اور اعتماد الدولہ قمر الدین خاں وزیر اعظم نے بھی عالمِ جاودانی کی طرف کوچ کیا۔ راقم الحروف (آزاد بلگرامی) کہتا ہے:

سہ رکن مملکتِ ہند از جہان رفتند	فتاد حیف سہ دُرّ یگانہ از کفِ دہر
برائے رحلتِ این ہر سہ یافتم تاریخ	نماند شاہ جہان با وزیر و آصفِ دہر

۱۱۶۱ھ

اور یہ بھی راقم الحروف نے تعمیہ کے ساتھ کہا ہے:

گشت تاریخ چوں کشیدہ آہ
موتِ شاہ و وزیر و آصف جاہ

۱۱۶۷ - ۶ = ۱۱۶۱ھ

ایک اور تاریخ "متوجہ بہشت" (۱۱۶۱ھ) ملی ہے۔

نظام الملک کے نام کی مطابقت اور مرض کا ایک ہونا اور ملکِ ہندوستان کے تین عظیم الشان ستونوں کا مطابق ہونا، پھر اکائیوں اور دہائیوں کی موافقت ہونا اور قدیم تاریخ کہنے والے کے نام کا بعد میں کہنے والے کے نام سے موافق ہونا یہ سب عجائب اتفاقات میں سے ہے ہوش مند حضرات کے آئینہ جیسے ضمیر پر ظاہر ہے کہ لکھنے والوں کی تالیفات میں مختلف اغراض ہوتی ہیں اور اُن اغراض کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی صاحبِ دل اِن سطور کی طرف التفات کرے تو لکھنے والے کو دعائے خیر سے یاد کرے، اور یہ بات اُس وقت اور بھی اچھی طرح ظاہر ہوتی ہے، جب مؤلف کے حالات سے واقف ہو، اِس لیے یہ زاویہ نشینِ گمنامی خود کو مطالعہ کرنے والوں سے روشناس کراتا ہے

فقیر غلام علی المتخلص بہ آزاد

جو نسباً حسینی، اصلاً واسطی مولد و منشأ کے اعتبار سے بلگرامی، مذہباً حنفی، طریقۃً چشتی ہے، ۲۵ صفر ۱۱۱۶ھ کو پیدا ہوا۔ بچپن ہی سے تعلیم کا آغاز ہوا اور درسی کتابیں شروع سے آخر تک استاد المحققین میر طفیل محمد بلگرامی طاب ثراہُ کے حلقۂ درس میں ترتیب وار پڑھیں لغت، حدیث، سیرۃ نبوی، فنونِ ادب وغیرہ کی تحصیل اپنے دادا اور اُستاد علامہ سید عبد الجلیل بلگرامی طاب مضجعہ (اللہ اُن کی خواب گاہ کو معطر کرے) سے کی عروض و قافیہ اور

Marfat.com

بعض فنونِ ادب میر سید محمد خلف الصدق علامہ مرحوم کی خدمت والا درجت میں اخذ کیے۔

۱۱۳۷ھ میں سید العارفین میر سید لطف اللہ المعروف بہ شاہ لدّھا بلگرامی قُدّس سرّہٗ کی خدمت میں شرف بیعت حاصل کیا اور ۱۱۵۰ھ میں جو کلمۂ "سفرِ خیر" کے مطابق ہے، بلگرام سے حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً کا قصد کر کے نکلا۔ ۱۱۵۱ھ میں جو کلمۂ "عملِ اعظم" کے اعداد ہیں، یہ سعادتِ عظمیٰ حاصل ہوئی۔ مدینہ منورہ میں (اُسے منوّر کرنے والی ہستی پر درود و سلام ہو) مولانا شیخ محمد حیات سندھی مدنی حنفی مدّ اللہ ایام حیاتہٖ وافاض علینا من برکاتہٖ (اللہ اُن کی زندگی طویل کرے اور ہمیں اُن کی برکتوں کے فیوض بخشے) کی خدمت میں صحیح بخاری کی قرأت کی، صحاحِ ستہ اور دوسری کتبِ حدیث کی اجازت حاصل کی۔

مکہ معظمہ میں شیخ عبدالوہاب طنطاوی مصری مکی متوفیٰ ۱۱۵۷ھ نوّر اللہ مرقدہٗ (اللہ اُن کی قبر کو روشن کرے) کی صحبت نصیب ہوئی اور کچھ علمی فوائد اُن سے حاصل کیے۔ ۱۱۵۲ھ میں مطابق کلمۂ "سفر بخیر" ہندوستان کی طرف واپسی ہوئی۔ بندر سورت کے راستے سے دیارِ دکن میں پہنچا اور اُس سال سے اِس تحریر کے وقت تک کہ ۱۱۶۱ھ ہے، اِسی علاقے میں آزادانہ بسر کر رہا ہوں۔ امیدوار ہوں کہ قیامت کے دن مجھے اِن بزرگوں کے خادموں کی صف میں محشور کیا جائے:

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ اَنْتَ وَلِیِّیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

(اے اللہ مجھے اور میرے والدین کو بخش دے، تو دنیا و آخرت میں میرا والی ہے۔ مجھے مسلمان بنا کر موت دیجیو اور صالحوں سے ملا دیجیو اور آخر یہ کہ اللہ رب العالمین ہی سزاوارِ حمد ہے۔)

●●

Marfat.com

حواشی

۱ مراد یہ ہے کہ اُس ذات کے بارے میں یہ نہیں سوچا جا سکتا کہ "ہو سکتا ہے"، وہ یقیناً ہے۔ (ن ا ف)

۲ روضتہ الاولیاء (فارسی) ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء ـ ۱۸۹۳ء میں اورنگ آباد سے چھپی تھی، اِس کا اردو ترجمہ ہمارے علم میں نہیں۔

۳ محی الدین اورنگ زیب عالمگیر مغلیہ خاندان کا چھٹا شہنشاہ ۱۵ ر ذی قعدہ ۱۰۲۷ھ/۲۴ اکتوبر ۱۶۱۸ء کو ممتاز محل کے بطن سے پیدا ہوا۔ "آفتاب عالمتاب" تاریخِ ولادت ہے۔ یکم ذی قعدہ ۱۰۶۸ھ/ ۲۱ جولائی ۱۶۵۸ء جمعہ کے دن باقاعدہ تخت نشینی کی رسم ادا ہوئی۔ جمعہ ۲۸ ر ذی قعدہ ۱۱۱۸ھ/ ۲۱ فروری ۱۷۰۷ء کو ۹۱ سال کی عمر میں تقریباً ۵۰ سال تک حکومت کر کے احمد نگر میں وفات پائی۔ میّت وہاں سے لاکر دولت آباد میں حضرت شیخ زین الدین شیرازیؒ کے پائین دفن کی گئی، بعد وفات اورنگ زیب کا لقب "خُلد مکان" ہوا، اِس لیے وہ جگہ خلد آباد کہلانے لگی۔

۴ حاجی محمد جان قُدسی مشہدی، عہد شاہ جہاں کا مشہور شاعر، مشہد سے زیارتِ حرمین شریفین کے لیے گیا، وہاں سے ربیع الثانی ۱۰۴۲ھ/ اکتوبر۔ نومبر ۱۶۳۲ء میں ہندوستان آیا اور شاہ جہاں کے دربار میں باریاب ہو کر قصیدہ پیش کیا۔ خلعت کے علاوہ دو ہزار روپیہ انعام ملا، اور درباری شعراء کی صف داخل کیا گیا۔ عبد الحمید مؤلف شاہ جہاں نامہ نے ۱۰۴۵ھ کے جشنِ نوروز کے حال میں لکھا ہے کہ ۱۶ ر شوال ۱۰۴۵ھ (مطابق ۲۴ ر مارچ ۱۶۳۶ء) کو قُدسی نے قصیدہ پیش کیا اور پانچ ہزار پانچ سو روپے صلہ پایا۔ ربیع الاول ۱۰۴۹ھ/ جولائی ۱۶۳۹ء کے اواسط میں ایک شعر کا صلہ سَو اشرفیاں ملیں، شہزادی جہاں آرا بیگم بنت شاہ جہاں کے غسلِ صحت کے موقع پر قصیدہ لکھ کر شوال ۱۰۵۴ھ/ دسمبر ۱۶۴۴ء میں خلعت اور دو ہزار روپے نقد انعام پایا۔ مؤلف مرآۃ الخیال کا بیان ہے کہ قصیدے کے صلے میں بادشاہ نے اُس کا منہ سات بار جواہرات سے بھرا۔ اُس نے بادشاہ نامہ صاحبقرانی ظفر نامہ بھی نظم کیا تھا۔ آزاد بلگرامی کا خیال ہے کہ قدسی کا قصیدہ اچھا ہے مگر غزل میں چنداں رتبہ نہیں ہے۔ اُس کا انتقال لاہور میں مرضِ اسہال سے

Marfat.com

۱۰۵۶ھ/۱۶۴۶ء میں ہوا۔ کلیم نے مرثیہ لکھا تھا جس کے مصرع ذیل سے تاریخ وفات برآمد ہوتی ہے:
"دو رازان بلبلِ قدسی چنیم زندان شد" (۱۰۵۶ھ) غنی کشمیری کے ایک قطعہ سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ قدسی اور سلیم و کلیم ایک ہی جگہ مدفون ہیں۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ اُس کی لاش لاہور سے کشمیر لے جائی گئی۔ مگر میر طاہر نصر آبادی کا قول ہے کہ جسدِ خاکی مشہد لے جایا گیا۔ واللہ اعلم۔
دیکھیے: غلام علی آزاد بلگرامی: مآثر الکرام موسوم بہ سروِ آزاد (طبع حیدر آباد ۱۹۱۳ء) ص ۶۱-۶۳

۵ھ احسن الاقوال کا فارسی متن ابھی تک شائع نہیں ہوا ہے، اردو ترجمہ ۱۳۴۲ھ/۱۹۲۳ء میں مولوی عبدالمجید اورنگ آبادی نے چھاپا تھا، وہی ترجمہ اب میرج شریف سے پھر طبع ہوا ہے، مگر اس کی زبان پرانے وقتوں کی ہے اور کتابت و طباعت بھی بہت معمولی ہے۔ احسن الاقوال کے مشمولات کے بارے میں ملاحظہ ہو راقم الحروف کا مضمون جو نقدِ ملفوظات (۱۹۸۹ء) میں شامل ہے۔

۶ھ غرائب الکرامات بھی ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔ اِس کا تعارف رسالہ منادی جلد ۶۶ شمارہ ۱۲ (دسمبر ۱۹۹۱ء) میں پیش کر چکا ہوں۔

۷ھ محمد بن تغلق نے اپنے دارالخلافہ دہلی (موجودہ تغلق آباد) کو اجاڑ کر ۷۲۷ھ میں دولت آباد کو دوسری راجدھانی بنایا تھا۔ اُس وقت حضرت نظام الدین اولیاؒ کے وصال کو دو سال گذر چکے تھے اور اُسی زمانے میں حضرت غریبؒ بھی دولت آباد کو گئے تھے۔ (ن ا ف)

۸ھ یہ حدیث ترمذی، مسلم، الدارمی، ابن ماجہ اور مسند احمد بن حنبل میں اِن الفاظ میں ملتی ہے:
اِنَّ الْاِسْلَامَ بَدَأَ غَرِیْبًا وَسَیَعُوْدُ کَمَا بَدَأَ۔ مسند احمد میں یہ الفاظ ہیں طُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ (جلد ۲، ص ۱۷۷، نیز ۲۲۲)

۹ھ برنی: تاریخ فیروز شاہی ۴۷۴-۴۷۵

۱۰ھ بہرام ایبہ والیِ ملتان غیاث الدین تغلق کے ساتھیوں میں تھا، محمد تغلق کی لشکر کشی میں مارا گیا۔ ملتان سے واپس آکر محمد بن تغلق تقریباً دو سال، دہلی میں رہا، اُس کی سپاہ کے اہل و عیال سب دولت آباد میں تھے۔ ان دو برسوں میں دوآبہ کے علاقے میں محصول کی وصولیابی میں بہت سختی کی گئی جس کے نتیجے میں علاقہ ویران ہو گیا اور قحط کی زد میں آگیا۔

۱۱ھ اس موقع پر روضۃ الاولیا میں، واضح لفظوں میں اثنین و اربعین و سبعمائۃ (۷۴۲) لکھا ہے مگر یہ

Marfat.com

سہوِ قلم معلوم ہوتا ہے ۷۳۲ھ ہونا چاہیے۔ (ن ا ف)

۱۲ے حضرت شمس الدین ماہرو جن کا مزار حضرت امیر خسروؒ کے مجرے میں اُن کی پائنتی کو ہے، امیر حسن علا دہلویؒ کے بھانجے تھے۔

۱۳ے قرآن کریم: سورۂ فُصّلت / ۴۶

۱۴ے سورۂ المُدَّثّر / ۷

۱۵ے بخاری ک ۳۰ / ب ۲ مسلم ک ۱۳ / ح ۱۶۴

۱۶ے قرآن کریم: سورۃ الانعام / ۱۶۲

۱۷ے اس کتاب میں ہر جگہ نام کا کام سعد بخت لکھا ہے اور دوسری کتابوں میں کاکا شاد بخت آتا ہے ہم نے آزاد بلگرامی کی روایت کو باقی رکھا ہے۔ نام دونوں بامعنی ہیں۔

۱۸ے اس قطعہ میں یازدہ صفر (۱۱ صفر) کہا گیا ہے۔ مؤلف غرائب الکرامات نے ۱۲ صفر کو انتقال ۱۳ صفر کو تدفین بیان کی ہے۔ قطعہ کے دوسرے مصرع سے تاریخ کس طرح برآمد ہوگی یہ سمجھ میں نہیں آیا۔ (ن ا ف)

۱۹ے ۳۸-۱۷۳۸ء - ۳۹-۱۷۳۹ء ۲۰ے مطابق فروری ۱۷۴۰ء

۲۱ے معارج الولایۃ شاہ غلام معین الدین ملقب بہ عُبید اللہ عبدی خویشگی قصوری کا تالیف کردہ اولیاء و مشائخ کا تذکرہ ہے۔ یہ تا حال شائع نہیں ہوا، اس کا ایک قلمی نسخہ (بلا تاریخ) پنجاب یونیورسٹی لاہور کے ذخیرۂ شیرانی میں موجود ہے (رقم ۲۲۸۱) محمد بشیر حسین: فہرست مخطوطات شیرانی، جلد اول ص ۸۲ (طبع لاہور ۱۹۶۸ء)

۲۲ے میر محمد ہاشم نام موسوی خاں اور معز الدولہ خطاب، جرأت تخلص، ۱۰۸۸ھ/ ۷۸-۱۶۷۷ء میں پیدا ہوئے، اُن کے دادا سید علی گیلان سے ہندوستان آئے تھے، والد محمد شفیع نے اورنگ آباد کو وطن بنایا، موسوی خاں امیر الامرا حسین علی خاں کے متوسّل تھے اُنھوں نے دھاروار کا قلعہ دار بنا دیا تھا۔ ۱۱۳۱ھ/ ۱۹-۱۸-۱۷ء میں حسین علی خاں دکن سے دہلی کی طرف گیا تو موسوی خاں ہم رکاب تھے۔ دہلی میں مرزا بیدل وغیرہ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ سادات بارہہ کے زوال کے بعد نواب آصف جاہ اوّل سے وابستہ ہوئے۔ انھوں نے دو ہزار پانصدی منصب

Marfat.com

اور دارالانشاء کی خدمت سپرد کی، آصف جاہ کی وفات کے بعد نواب نظام الدولہ شہید کے دارالانشاء سے متعلق رہے، اُنھوں نے چہار ہزاری منصب اور معزالدولہ خطاب عطا کیا۔ آزاد بلگرامی سے اُن کی دوستی تھی اور سروِ آزاد کی تالیف کے وقت بقیدِ حیات تھے۔

ملاحظہ ہو: آزاد بلگرامی: سروِ آزاد، ص ۲۳۶ - ۲۳۸ (حیدرآباد ۱۹۱۳ء)

۲۳ھ مطابق ۱۵ر اگست ۱۳۰۹ء (نزہۃ الخواطر ۲/۱۷۱)

۲۴ھ ہم برسوں سے ہم صحبت ہیں، یہ جو کہا جاتا ہے کہ صحبت میں اثر ہوتا ہے وہ کہاں ہے؟ ہمارے فسق کو تمھارا زہد کم نہ کرسکا تو گویا ہمارا فسق تمھارے زہد سے زیادہ پکّا ہے۔

۲۵ھ ماکیان فارسی میں مرغی کو کہتے ہیں، اس لیے ماکیانیم کا مفہوم یہ ہوگا کہ "ہم مرغیاں ہیں"

۲۶ھ تاریخ مخدوم الاولیا میں ایک عدد زائد نہیں ہے، اس سے ۷۳۸ھ برآمد ہوتے ہیں اور اسی سال جمعہ ۲۹ صفر (مطابق ۲۶ ستمبر ۱۳۳۷ء) کو امیر حسن کا انتقال ہوا تھا۔ (ن ا ف)

۲۷ھ یعنی ۷۲۷ھ/۱۳۲۷ء ۲۸ھ مطابق ۳۰ جولائی ۱۳۲۱ء (نیز دیکھو: لطائفِ اشرفی)

۲۹ھ بیعت ۱۶ رجب ۷۳۶ھ/مطابق ۲۹ فروری ۱۳۳۶ء کو دہلی میں ہوئی۔ (سیرِ محمدی ص ۱۳)

۳۰ھ سیرِ محمدی: شاہ محمد علی سامانی مرید حضرت گیسو دراز کی تالیف ہے۔ یہ ۸۳۱ھ/۲۸-۱۴۲۷ء میں لکھی گئی۔ اس کا فارسی متن مع اردو ترجمہ سلسلہ مطبوعات بندہ نواز ریسرچ انسٹی ٹیوٹ گلبرگہ (۲) میں اعجاز پرنٹنگ پریس حیدرآباد سے شائع ہوا۔ ۱۳۸۹ھ/۱۹۶۹ء صفحات ۱۸۰

۳۱ھ محمد علی سامانی: سیرِ محمدی ص ۱۴ - ۱۵ ۳۲ھ اخبار الاخیار، ص ۲۷

۳۳ھ سیرِ محمدی ص ۱۶ ۳۴ھ مطابق ۱۸ر دسمبر ۱۳۹۸ء

۳۵ھ سلطان تاج الدین فیروز شاہ بہمنی ۸۰۰ھ/۱۳۹۷ء میں تخت نشین ہوا، ۸۲۵ھ/۱۴۲۱ء میں وفات پائی۔ ۳۶ھ یہاں بھی سہوِ قلم ہے، حضرت گیسو دراز کی گلبرگہ میں تشریف آوری ۸۰۵ھ میں ہوئی۔

۳۷ھ سیرِ محمدی ص ۲۴ ۳۸ھ سلطان تاج الدین فیروز شاہ بہمنی ۲۴ر صفر ۸۰۰ھ (۱۶ر نومبر ۱۳۹۷ء) کو تخت نشین ہوا۔ "ہندوستان کے حکمرانوں میں فیروز شاہ کا شمار فاضل ترین بادشاہوں میں ہوتا ہے۔ اور دوسرے ذی علم بادشاہ محمد تغلق کے مقابلے میں یہ کمتر نہ تھا۔ عمدہ خوشنویس ہونے کے علاوہ وہ تفسیر قرآن، اصولِ فقہ، حکمت و فلسفہ، صوفی مصطلحات، مکتبی فلسفہ (علم الکلام)، اقلیدس، فنِ مناظرہ

اور ریاضیات میں بھی ماہر تھا اور علوم کے ہر شعبہ سے دلچسپی رکھتا تھا یہاں تک کہ اُس نے ہر ہفتہ میں تین دن اِن علوم میں خود باضابطہ تعلیم دینے کے لیے مخصوص کر لیے تھے۔ ... وہ ایک ممتاز شاعر بھی تھا اور عروجی اور فیروز تخلص رکھتا تھا ... دولت آباد کے قریب پہاڑی سلسلہ پر ۸۱۰ھ (۱۴۰۸ء) میں بالاگھاٹ کے نام سے ایک رصدگاہ کی تعمیر کی تھی جس کے لیے سیّد محمد گازرونی اور حکیم حسن گیلانی کو مامور کیا گیا تھا مگر معلوم ہوتا ہے کہ حکیم حسن گیلانی کی قبل از وقت وفات سے اس کی تکمیل نہ ہو سکی۔" (ہارون خاں شروانی: دکن کے بہمنی سلاطین ص ۱۱۷-۱۱۸) فیروز شاہ نے ۱۱ر شوال ۸۲۵ھ (۲۸ر ستمبر ۱۴۲۲ء) کو انتقال کیا۔ اس کی مدت حکومت ۲۵ سال، ۷ ماہ ۱۱ دن رہی۔

۳۹ھ ۴۰ھ ۴۱ھ شہاب الدین احمد شاہ بہمنی اول ۸۲۵ھ/ ۲۰ر ستمبر ۱۴۲۲ء میں تخت نشین ہوا اور ۸۳۸ھ (۱۷ر اپریل ۱۴۳۵ء) میں وفات پائی۔ یہ سلطان فیروز شاہ کا بھائی تھا۔ ایک ہی ماہ کے بعد اس کے مرشد حضرتِ گیسو درازؒ کا وصال ہو گیا جس سے احمد شاہ کو بہت رنج ہوا۔ اُس نے حضرت کا شاندار مقبرہ تعمیر کرایا، اور بہمنی دارالخلافہ گلبرگہ سے بیدر کو منتقل کر دیا۔ (۸۲۷ھ/۱۴۲۴ء)

۴۲ھ مطابق ۲۰ر ستمبر ۱۴۲۲ء

۴۳ھ حضرت گیسو درازؒ کے اوّلین خلیفہ تھے۔ قاضی عبدالمقتدر سے علوم کی تحصیل کی۔ گوالیار کے مفتی تھے نہایت خوش حال تھے مگر حضرتِ گیسو درازؒ سے بیعت کرنے کے بعد دنیا ترک کر کے فقر اختیار کر لیا تھا۔ حضرت گیسو درازؒ کے ملفوظات کا پہلا مجموعہ "انوار المجالس" بھی مرتّب کیا تھا۔ ۸۰۱ھ/۹۸-۱۳۹۹ء میں انھیں خلافت ملی تھی۔ گوالیار سے اہل و عیال کے ساتھ کالپی کو ہجرت کر گئے تھے وہیں آخر محرم ۸۲۴ھ/ جنوری ۱۴۲۱ء میں انتقال ہوا۔ (سیر محمدی ۱۳۹-۱۴۰)

۴۴ھ سیر محمدی ص ۵۴-۵۵ (طبع ۱۹۲۹ء) ۴۵ھ سیر محمدی ص ۵۵-۵۶

۴۶ھ مطابق ۲ر نومبر ۱۴۲۲ء، عمر ۱۰۵ سال ۴ ماہ ۱۲ یوم ہوئی "مخدوم دین و دنیا" مادۂ تاریخ ہے۔

۴۷ھ مطابق فروری ۱۷۴۷ء

۴۸ھ یہاں لفظ ادیب غالباً سہوِ قلم ہے۔ یہ لفظ دوسرے فریدالدین کے ساتھ ہونا چاہیے جن کا نام اسی سطر میں آگے آ رہا ہے۔

۴۹ھ ۲۹ محرم ۷۳۸ھ/ مطابق ۲۷ر اگست ۱۳۳۷ء۔ ۵۰ھ مطابق ۱۳۰۱-۱۳۰۲ء

Marfat.com

۵۱ھ مطابق ۱۳۳۵ء ـ ۱۳۳۶ء ۵۲ھ مطابق ۲۴ر نومبر ۱۳۳۶ء

۵۳ھ مطابق مارچ ۱۳۴۷ء ۱۰ر ذی الحجہ ۷۴۳ھ میں جمعہ کا دن ۱۶ر ۲۳ر اور ۳۰ر مارچ نیز ۶ر اپریل ۱۳۴۷ء کو واقع تھا) ۵۴ھ مطابق ۳۰ر جون ۱۳۴۸ء

۵۵ھ سلطان محمد بن تغلق کا انتقال ۲۱ر محرم ۷۵۲ھ / ۱۳۵۱ء میں ہوا۔ (برنی: فیروز شاہی ص ۵۲۵)

۵۶ھ سلطان فیروز شاہ تغلق ۲۴ر محرم ۷۵۲ھ / ۱۳۵۱ء میں تخت سلطنت پر بیٹھا (برنی: فیروز شاہی ۵۲۹)

۵۷ھ مطابق ۹ر ستمبر ۱۳۷۰ء دیگر یہ سہو قلم معلوم ہوتا ہے، آیندہ سطر میں لکھا ہے کہ شیخ نصیر الدین محمودؒ نے حوضِ شمسی کے کنارے قبلہ رو بیٹھ کر اُن کے لیے دعا پڑھی۔ یہ حتمی طور پر معلوم ہے کہ شیخ نصیر الدین محمودؒ کا انتقال ۷۵۸ھ میں ہوا۔ یہاں بھی ۷۵۲ھ / ۱۳۵۱ء ہونا چاہیئے۔)

۵۸ھ حضرت شیخ علاء الدین (موجِ دریاؒ) حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے بیٹے نہیں پوتے ہیں۔

۵۹ھ بہرام خاں مازندرانی، دولت آباد کا گورنر تھا جس زمانے میں دولت آباد کی تقریباً کل فوج وجے نگر کی مہم پر گئی ہوئی تھی، اس نے مرہٹہ سردار کمبھ دیو وغیرہ سے سازش کر کے اپنی حکومت کا اعلان کر دیا۔ محمد شاہ بہمنی نے اُس کی سرکوبی کے لیے پیچھا کیا تو بہرام خاں اور کمبھ دیو دونوں حضرت زین الدین شیرازیؒ کی خانقاہ میں دعا کرانے کے لیے حاضر ہوئے تھے۔

۶۰ھ سلطان محمد شاہ بہمنی نے ۱۷ سال، ۸ ماہ، ۹ دن حکومت کر کے ۱۹ر ذی قعدہ ۷۷۶ھ (۲۰ر اپریل ۱۳۷۵ء) کو انتقال کیا۔ ۶۱ھ سورۃ النحل آیۃ ۱۰۶

۶۲ھ سلطان محمد شاہ بہمنی نے اپنی تاجپوشی کے وقت تمام مشائخ کو بھی قلعہ میں بلایا تھا، حضرت شیخ زین الدینؒ کو معلوم ہوا کہ بادشاہ علانیہ فسق و فجور کا ارتکاب کرتا ہے، اس لیے وہ دربار میں نہیں گئے تھے۔ اسی وقت سے بادشاہ کے دل میں اُن کی طرف سے کدورت تھی۔ (فرشتہ ۱/۲۹۴)

۶۳ھ ہدایۃ القلوب (فارسی) ملفوظات حضرت شیخ زین الدین شیرازیؒ بھی آج تک شائع نہیں ہوئی ہے۔ دکن کے بعض کتب خانوں میں اس کے نسخے ملتے ہیں۔ ایک قلمی نسخہ راقم الحروف کے ذخیرۂ ذاتی میں بھی ہے۔

۶۴ھ دیوان المتنبی: ففی

۶۵ھ دیوان المتنبی: تارجوئی

Marfat.com

۶۶؎ دیوان المتنبی جلد اول ص ۱۹۶ - ۱۹۷ (مع شرح عبدالرحمٰن البرقوقی مطبع رحمانیہ مصر ۱۹۳۰ء)

۶۷؎ الاعراف / ۱۸

۶۸؎ قٓ / ۳۰ وھود / ۱۱۹ ، والسجدۃ ۱۳ / وصٓ ۸۵

۶۹؎ سورۃ مریم ۷۱

۷۰؎ سورۃ الکہف آیہ ۱۰۳

۷۱؎ سورۃ الانعام آیۃ ۷۹

۷۲؎ سورۃ الفتح آیۃ ۱۰

۷۳؎ سورۃ النساء آیۃ ۸۰

۷۴؎ سورۃ آل عمران آیۃ ۳۱

۷۵؎ سورۃ الکہف آیۃ ۱۸

۷۶؎ سورۃ یوسف آیۃ ۱۲

۷۷؎ ایضاً آیۃ ۱۲

۷۸؎ سورۃ الکہف آیۃ ۶۷ ، ۷۲ ، ۷۵

۷۹؎ سورۃ الکہف آیۃ ۶۹

۸۰؎ سورۃ الاسراء آیہ ۷۰

۸۱؎ سورۃ الانعام ۹۲ ، سورۃ یٰسٓ ۳۸ ، سورہ فُصّلت ۱۲۔

۸۲؎ آیۃ یوں ہے : وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ (سورۃ الروم آیۃ ۴۷)

۸۳؎ سورۃ آل عمرآن آیۃ ۳۱

۸۴؎ سورۃ الشوریٰ آیۃ ۵۲

۸۵؎ مطابق ۲۷ اکتوبر ۱۳۶۹ء

Marfat.com

۲

روضة الاولیاء

(فارسی متن)

از:

علامہ غلام علی آزاد بلگرامی

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدک یا من تقدست ذاتہ عن شوائب الامکان وتجلت صفاتہ فی مراتب الاکوان، ونصلی ونسلم علی حبیبک الذی بعثتہ علی کافۃ الانس والجان وارسلتہ ھادیا الی سبل الیمن والایمان وعلی الہ الذین اوضحت بھم لنا مناھج العرفان واصحابہ الذین اظھرت بھم علینا سرائر الایقان ٥

امّا بعد ، عرض میدارد مؤلفِ این کلماتِ گرامی، فقیر غلام علی المتخلص بہ آزاد الحسینی نسباً والواسطی اصلاً والبلگرامی وطناً کہ در ایّام سیاحت، چون قائد ازل بہ دیارِ دکن کشید، ودرین سرزمین مسافتی از مراحلِ زندگانی طی گردید، وبزیارتِ آسودگانِ روضہ مقدّسہ نوّر اللہ مضاجعھم سرمایہ سعادت دست داد، واحوال واقوالِ ایشان در توالیفِ سلف متفرق بہ نظر در آمد، ملہم غیب بہ خاطر عقیدت فاطر القاکرد کہ بہ جمع حالاتِ سنیّہ وانفاسِ قدسیہ انموذجی مسمّٰی بہ روضۃ الاولیا ترتیب دہیم، وحقوقی کہ از روحانیتِ این محتشمانِ درگاہِ کبریا بر ذمّہ خود محقق گشتہ، بہ قدر امکان ادا سازیم، واللہ المستعان وعلیہ التکلان۔

مخفی نماند کہ بہ فاصلہ ہشت کروہ از خجستہ بنیاد اورنگ آباد، وسہ کروہ از قلعہ دولت آباد، مزارِ فائض الانوارِ شیخ برہان الدین غریبؒ وامیر حسن دہلویؒ، وبزرگانِ دیگر قدس اللہ اسرارہم بالای کوہی شامخ واقع شدہ، وطبقاتِ انام درین مقام سعادت انجام ساکن اند، ودر السنہ این معمورہ بہ "روضہ" اشتہار دارد، وچون سلطان اورنگ زیب عالمگیر انار اللہ برہانہ، درین بقعہ بہشت نظیر آسایش گرفت، خلفِ ارجمندش شاہ عالم بہادر شاہ، گردِ قصبہ حصاری سنگین متین کشید، وشہر احسنی ورونقی دیگر بر روی کار آمد۔

Marfat.com

درین کوه معبدی است از ہنود ایلوره نام که در قرونِ ماضیه به حکمِ فرمان روایانِ صنم پرست، سنگ تراشانِ ہنرہند، درطولِ نیم کروه بتخانہای عظیم المبنیان رفیع الارکان بعضی سه آشیانه وبعضی کم کنده اند، وبر روی دیوار ہا سراسر تمثالہا تراشیده، کارخانۂ حیرت جلوه گر ساخته و درمحلّی ازین بتخانہا، آبشاری به امتدادِ صد گز از بالای کوه می ریزد، و نہرِ عظیمی از آسمان بزمین نزُول میکند، طرفه سیرگاہی است تماشا کردنی، و در جوارِ کتلِ دولت آباد درّه ای است معروف به آب پاش درّه، این نزُہت کده مکانِ مثلّث طوری واقع شده، ساقین دو کوہی است متقارب درطول وارتفاع وقاعده سدّی است از سنگ وگچ، در کمالِ متانت ورزانت، وبین الجبلین دوثُلث زمین، تخمیناً انبه زاری است درہم بافته، پُر از طاؤسانِ مست، وسایۂ یک دست، وآبہای رَوان، ونباتاتِ جوان، وثلث دیگر مقارنِ دیوار سدّ آب گیری است درغایتِ دل کشائی وقریب بملتقای جبلین آبشاری است درنہایتِ نضارت پیرائی، ودرین محل قابل سنبل نیز کاکُلی می افشاند، وبی تکلف مضمون ظلٌّ ممدودٌ وماءٌ مسکوب مشاہده می شود، ونزدیکِ آب پاش درّه حوضی است وسیع وعمیق، بناء قتلغ خان، که بمرورِ ایّام به "حوضِ قتلُو" اشتہار یافته، بتحریفِ غین بواؤ، واین قتلغ خان استاد سلطان محمد بن تغلق شاه بود، واز جانبِ سلطان چندی به حکومتِ دولت آباد پرداخت، ودرعدالت وحسن سلوک عدیل ونظیر نداشت. الحاصل این کوہستان درجمیعِ مواسم خوش ہواست.

لاسیّما ایامِ برشگال که کوه وصحرا از وفورِ سیرابی وفیضِ نشو ونما حکم فردوس بہم می رساند ونظّارگیان را بتازگیِ دل ودماغ بہره مندمی سازد، حاجی محمد جان قدسی گوید: نظم:

در ایامِ خورداد واُردی بہشت	زند دولت آباد دَم از بہشت
زدلہا صبا رُفته گردِ ملال	ہوای بہشت است یا برشگال
درو دشتش از سبزه فیروزه فام	حصارش زسنگِ زمرّد تمام
ندیده کسی جز دریں مرغزار	بقلبِ الاسد ابتدای بہار
نه از سیل دیوار باغش خراب	نه بر نخلِ موشش ستم ز آفتاب
جوانند پیرانِ این سرزمین	نه سرما، نه گرما بہشت است این

Marfat.com

زِ رَشحِ ہَوا، پای صحت بگِل — طبیبان برین کاری اینجا خجل
دلِ غنچہ اش نشکند از صبا — باین تندرستی کہ دیدہ ہَوا
حصارش کند بر سرِ چرخ تاز — کہ طاؤسِ عرش است پَر کردہ باز
مر این قلعہ را بوُد پا درمیان — کہ رفت از زمین سبزہ بر آسمان
درین مُلک، مردم خوش آسودہ اند — ہوائی است گویی کہ فرمودہ اند
نیابند برگی درین بوستان — کہ گردد زبانش بنامِ خزان
گلی غنچہ نگذاشت فیضِ سحاب — درین بوستان جز گلِ آفتاب
گر از گریہ خالی کند ابر دل — عجب گر دَوَدُ پای مورے بگِل
بباردا گر ابر سالی تمام — درین خاک گِل راندانند نام
بہار از پی زینتِ ہر چمن — بَرد مایہ از بر شگالِ دکن
زنم گشتہ بازارہا سبز پوش — دکانہا دکانِ زَبَرجَد فروش
ہوایش بخوبی ازان است فرد — کہ ہرگز کسی را تصرّف نکرد
زبس پردہ بر پردہ بند سحاب — عزیز ست چون ماہِ نو آفتاب
زمینِ دکن سر نیارد فرود — ز فیروزہ رنگی بچرخِ کبود

شیخ بُرہان الدین محمّد بن محمود بن ناصر الملقب بالغریب الہانسوی قُدّس سرُّہ از کُمّلِ خلفاء و سُبّاقِ مریدانِ سلطانُ المشایخ نظام الدین محمد بن احمد البخاری البداؤنی الدہلوی، وصاحبِ ولایتِ دکن است، و گویند نسبتِ خواہرزادگی با شیخ جمال الدین ہانسوی داشت، حضور بود، و در سماع غلوے تمام، و در رقص طرزی علیحدہ داشت۔ و از بس لطافتِ طبع و صفای محاورہ و حالتِ ذوق و شوقِ خوش طبعانِ عصر مثلِ امیر خسرو و امیر حسن اسیرِ محبّتِ اُو بودند، و اکثر اوقات با اُو مجالست و مُوانست داشتند، و شیخ نصیر الدین محمود در اوائلِ قدومِ خود بدہلی در خانہ شیخ اقامت داشت، و احیاناً امامتِ او می کرد۔ شیخ رکن الدین بن عماد کاشانی ملفوظاتِ شیخ بُرہان الدین جمع کردہ مسمّی بہ نفائس الانفاس[1] بر طریقہ فوائد الفواد

[1] نفائس الانفاس مشتمل بر ملفوظات حضرات خواجہ برہان الدین غریب ہانسوی علیہ الرحمۃ تا ہنوز بچاپ نرسیدہ، یک نسخہ خطی در کتابخانہ ندوۃ العلماء لکھنؤ موجود است۔

Marfat.com

امیر حسن دہلوی، ابتداے مجالسِ آن کتاب از رمضان سنہ اثنین وثلثین وسبعمائۃ[۷۳۲ھ] است تا وقتِ رحلتِ شیخ، وبرادرش شیخ حماد بن عماد المتوفی فی سنہ احدی وستین وسبعمائۃ، نیز ملفوظاتِ شیخ جمع کردہ مسمیٰ بہ احسن الاقوال[۱]، وبرادرِ دیگرش مجد الدین بن عماد دو رسالہ در خوارقِ شیخ نوشتہ، یکی غرائب الکرامات[۲]، ودیگر بقیۃ الغرائب، ہر چہار بنظرِ فقیر رسیدہ، واین ہر سہ برادر با جمیعِ اہلِ بیت خود مرید ومعتقدِ شیخ اند، وعمرِ خود در جمعِ اقوال واحوالِ شیخ صرف کردہ اند، وغیر از رسائلِ مذکورہ توالیفِ دیگر نیز درین باب دارند، شکر اللہ سعیہم۔

شیخ برہان الدین از عہدِ صبا توفیقِ ریاضت ومجاہدہ یافت، فرمود: "شش ہفت سالہ بودم کہ در خلوت بر ذکرِ کلمۂ طیبہ مواظبت داشتم، ودر سیزدہ سالگی بر زبان راندم کہ متاہل نشوم، ودر طاعت وخدمتِ خلق گذرانم. اگر شبی محتلم می شدم، دران روز نیتِ صوم می کردم، بعد چندی والدہ ام در فکرِ تزویج شد، در ظاہر اعراض نکردم، اما قلتِ طعام بجائی رسانیدم کہ غذای من بہ ہفت لقمہ رسید، وکارِ ضعف بجای کشید کہ اگر می خواستم بسوی آسمان ببینم بحیلۂ بسیار می توانستم دید، چون مادرِ من این حال معاینہ کرد، معاف داشت"۔ آنجناب در اوائلِ حال بہ تحصیلِ علمی پرداخت، وفقہِ نافع حفظ کرد، واز بدایتِ حال تا نہایت بہ تجرید وتفرید گذرانید، ومدۃ العمر ہیچ چیز در مِلک نداشت، وبیست وپنج سال نمازِ بامداد بوضوی نمازِ خفتن ادا کرد، وسی وسہ سال صومِ داؤدی گرفت۔ فرمود پیش از آنکہ من با خواجہ خود بیعت کنم، در عالمِ رؤیا مشاہدہ کردم، گویا من در خندقی افتادہ ام، ہیچ وجہ بیرون نمی توانم آمد، خادمِ شیخ مرا دست داد، واز خندق بیرون آورد۔

بعد ازان در سلکِ چاکرانِ شیخ داخل شدم، این مبشرہ را بعرض رسانیدم، فرمود:

---

[۱] متن فارسی احسن الاقوال چاپ نشدہ، البتہ ترجمہ اش بزبانِ اردو از مولوی عبد المجید خان اورنگ آبادی انتشار یافتہ بود، حالا اشاعت دومی این ترجمہ بچاپ سنگی از میرج (دہاراشٹر) آمدہ است (۱۹۹۰ئ) [۲] یک نسخۂ عکسی غرائب الکرامات در کتاب خانہ بخشِ تاریخ دانش گاہ علی گڑھ موجود است۔ برائے بعض محتویاتِ این نسخہ رجوع شود: مجلّہ منادی (دہلی) ج ۶۶، شمارہ ۱۲، دسمبر ۱۹۹۱ء ص ۱۴ تا ۲۸۔

Marfat.com

"ما تراہمان روز دست دادہ بودیم"، فرمود: وقتی بخدمتِ خواجہ عرض کردم: "ازان نظرہا کہ شیخ الاسلام فریدالدینؒ در شما کردہ است، نظری بجانبِ من کنید"! فرمود: "نظرہا باد"۔ وقتی دیگر عرض کردم کہ اُمیدوار می باشم، فرمود: "امیدوارتر باش"۔ وہم ازو منقول است کہ گفت: وقتی پیشِ خواجہ ذکرِ بزرگی بایزیدؒ افتاد، فرمود ماہم بایزیدے داریم، یاری پرسید: او کجا است؟ فرمود درجماعت خانہ، اقبال خادم بہ تعجیل درجماعت خانہ درآمد، درآن وقت درجماعت خانہ بجز دعاگو ہیچ کس نبود۔ اقبال با دعا گو گفت: 'امروز خدمتِ شیخ در بابِ شما چنین فرمود۔ وجہِ تلقبِ او بغریب آن است کہ درابتدای حال از ہانسی بدہلی آمدہ غریبانہ بسر می بُرد۔ صاحب کتابِ حبۃ المحبۃ از شیخ زین الدین داؤد شیرازی قُدّس سرّہٗ نقل می کند کہ فرمود: درآن ایام کہ شیخ برہان الدین قُدّس سرّہٗ از ہانسی بدہلی تشریف آورد، درآنجا مسجدی است نزدیکِ پل، چندگاہ آنجا فرود آمد، و مشغول شد حق تعالیٰ ببرکتِ قدم او آن مکان را روشن گردانید، وبیشتر خلق رجوع آورد۔ روزی اقبال خادم بخدمتِ سلطان المشائخ قدّس سرّہٗ عرض کرد: "مولانا برہان الدین غریب آمدہ است"، سلطان المشائخ فرمود: "ہمہ خلق آشنای اوشد، ہنوز غریب"۔ شیخ برہان الدین دراعتقادِ پیر از جمیع یارانِ اعلیٰ ممتاز بود، تا لبِ گور پشت بجانبِ غیاث پور کہ مسکن و مرقدِ سلطان المشائخ است نکرد، ولعابِ دہن بدان جانب نینداخت، وبسببِ سعایتِ علی زنبیلی و ملک نصرت سلطان المشائخ را با او شکرآبی بہم رسیدہ بود، آخر بالتماسِ امیرخسرو صفا یافت، وآن جناب درآخرِ عمر بہ دیوگیر رفت، وقبولِ تمام یافت، وخلقِ بی شمار درحلقۂ ارادت درآمد۔

صاحب بقیۃ الغرائب دراحوالِ برادرِ خود شیخ حمّاد می نویسد کہ موازنۂ ہزار نفر ببرکت صحبتِ برادرم با ارادتِ این خاندان مخصوص شد۔ ازین قیاس توان کرد۔ سیّد محمد کرمانی صاحب سیرالاولیا، کہ ثقۂ عالی جناب و مریدِ سلطان المشائخ وکتابش دستورِ جمہور است، قصۂ خلافتِ شیخ برہان الدین غریبؒ چنین نقل می کند کہ درمرضِ اخیر چون یارانِ اعلیٰ را اجازتِ خلافت شد، سید خاموش عمِ کاتب الحروف وخواجہ مبشر کہ از خدمت گارانِ قدیم سلطان المشائخ بود، وبجای فرزندان پرورش یافت، بخدمتِ سید حسین گفتند کہ خدمتِ مولانا برہان الدین از مریدانِ

Marfat.com

سابق است، و در اعتقاد میانِ یارانِ اعلیٰ ممتاز، چرا شاید کہ ذکرِ خلافتِ او بخدمتِ سلطان المشایخ نکنیم؟ و اینہا با اقبال خادم اتّفاق کردند۔ اقبال بوقت فرصت مولانا را پیش بُرد، و سیّد خاموش نیز در آن محل برابر حاضر بود۔ و سلطان المشایخ دران حال بر کھٹ غلطیدہ لحاف بالا کشیدہ بود، اما روی مبارک از لحاف بیرون بود۔ اقبال عرض کرد کہ مولانا برہان الدین غریب بندۂ قدیم، مخدوم را پای بوس می کند، و امّیدوارِ مرحمت می باشد۔ سلطان المشایخ چشمِ مبارک باز کرد، و بجانبِ مولانا و اقبال دیدن گرفت۔ مولانا درین محل زمین بوس کرد۔ اقبال در نظرِ سلطان المشایخ بقچۂ جامہ ہای خاص باز کرد و پیراہن و کلاہ کہ صحبتِ سلطان المشایخ یافتہ بود، کشید، و دستِ مبارکِ سلطان المشایخ بران کلاہ و پیراہن نہاد، و مولانا را پوشانید، و گفت: "شما ہم خلیفہ اید" درین معرض سلطان المشایخ ساکت بود، و سکوت دلیلِ رضا است۔ و بعد از نقلِ سلطان المشایخ مولانا برہان الدین چند سال در قیدِ حیات بود، و دستِ بیعت بخلقِ خدا می داد چون در دیوگیر رفت، برحمتِ حق پیوست" انتہی کلام سیرالاولیا۔[1]

و برخی از مورّخانِ متأخرین نوشتہ اند کہ سلطان المشایخ شیخ برہان الدین غریب را باہفصد مرید کہ بعضی آنہا پالکی نشین بودند، بارشادِ خلایقِ دکن فرستاد۔ و بعضی دیگر نوشتہ اند کہ سلطان المشایخ اول شاہ منتجب الدین را باہفت صد مرید بارشادِ خلایقِ دکن فرستاد۔ چون شاہ منتجب الدینؒ در دولت آباد انتقال کرد ہمان روز سلطان المشایخ از روی کشف دریافت و از شیخ برہان الدین پرسید کہ برادر شما منتجب الدین چند سالہ بود؟ شیخ برہان الدین ازین کلام دریافت کہ برادر برحمتِ حق پیوست و بمنزلِ خود رفتہ ماتم گرفت۔ روزِ دیگر سلطان المشایخ بماتم پرسی تشریف آوردہ پیش از فوتِ خود باندک مدّت خرقۂ خلافتِ دکن مرحمت فرمود، و بدان دیار رخصت ساخت۔ بر ضمیرِ منیرِ اربابِ خبر ہویدا است کہ قصۂ خلافت شیخ برہان الدین غریب بطریقی کہ متأخرین نقل کردہ اند مُناقضِ روایتِ سیرالاولیا است۔ بچندین وجہ، و وجوہِ تناقض بادنی تامّل منکشف می شود، و ہمانا شیخ برہان الدین غریب در ہنگامۂ تخریبِ دہلی و تعمیرِ دولت آباد کہ بعد از رحلتِ سلطان المشایخ عنقریب روداد[2] بدیار

---

[1] سیرالاولیاء (طبع ۱۸۸۵ء دہلی) ص ۲۹۱-۲۹۲ [2] ۷۲۷ھ/۱۳۲۷ء

Marfat.com

دکن تشریف آوردو بہ مصداقِ حدیث شریف: "بَدَأَ الاسلام غریباً و سیعود غریباً فطوبیٰ للغرباء" [۱] آن جناب کہ عنصرِ پاکش درین غریب مجسم بود از مسکنِ مالوف و آستانۂ پیر ہجرت اختیار کرد، ولا شک درین حادثہ جمعی کثیر مریدان و معتقدانِ سلطان المشائخ از سکنۂ دہلی بہ دولت آباد تشریف آوردند و آمدنِ امیر حسن دہلوی و سید یوسف پدرِ حضرت سید محمد گیسو دراز و خواجہ حسین و خواجہ عمر و شیخ زین الدین قدس اللہ اسرارہم درین محشرِ عام خود مصرح نوشتہ اند۔ وچون شیخ برہان الدین غریبؒ با برادرانِ طریقت بہ ہیئتِ مجموعی واردِ دولت آباد گشت و شعشعۂ ولایتِ او درین آفاق طلوعی دیگر کرد، و عالمی را بہ افاضۂ انوارِ معنوی بہرہ مند ساخت مردم این را بہ عباراتِ مختلفہ نقل می کنند، واللہ اعلم!

اما ناقلانِ اخبار کیفیتِ تخریبِ دہلی چنین گذارش نمودہ اند کہ سلطان محمد تغلق شاہ فرمانروائے دہلی کہ از جملۂ عجائبِ مخلوقات بود، و کارہای غریب آن بادشاہ اربابِ تواریخ مفصل بقلم آوردہ اند، خیال کرد کہ بہ نیروی اقبال ممالکِ بسیار در قبضۂ تصرفِ من در آمدہ است، دارالملک مکانی را مقرر باید کرد کہ نسبتِ او با اطرافِ مملکت ہمچو نسبتِ مرکز باشد با دائرہ، تا رسیدنِ اخبارِ خیر و شر و صلاح و فساد از جہاتِ ممالکِ محروسہ بدارالملک علی السّویہ باشد، و اگر در طرفی حادثہ رو دہد، یا مرضی پیش آید، زود تربتدبیر و تدارک و علاج توان پرداخت۔ پس دانایانِ درگاہ کہ از طول و عرضِ اقلیمِ ہند خبر داشتند، شہرِ اجین را جہتِ تخت گاہ اختیار کردند، و گفتند چون بہ اعتبارِ طول و عرض در وسطِ ہند واقع شدہ بکرماجیت صاحبِ رصدِ ہند، ہمین را دارالملکِ خود ساختہ بود۔ وبعضی از مردمِ حضور میلِ سلطان فہمیدہ گفتند: دیوگیر وسطِ ہند است۔ سلطان این معنی را از خدا خواستہ، از ہمسایگی دشمنانِ قوی مثلِ سلاطینِ ایران و توران و دیگر امور غافلِ مطلق شد، وحکم فرمود کہ دہلی را کہ رشکِ فردوسِ برین بود، خراب کردہ خلق آنجا صغیر و کبیر، ذکور و اناث بکوچانند و بہ دیوگیر آوردہ متوطن سازند، و خرج راہ

---

[۱] إِنَّ الْإِسْلَامَ بَدَأَ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ كَمَا بَدَأَ ترمذی ک ۳۸ ب ۱۳، مسلم ک ۱ ح ۲۳۲، الدارمی ک ۲۰ ب ۴۲، سنن ابن ماجہ ک ۳۶ ب ۱۵، مسند احمد بن حنبل اول ص ۳۹۸، طوبیٰ للغرباء مسند احمد بن حنبل ثانی ص ۱۷۷ نمبر ۲۲۲۔

Marfat.com

وقیمتِ خانہ از خزانۂ سرکار دہند، و در ہر منزل سرا ساختہ دو طرفِ راہ درختانِ سایہ دار نشانند، تا متردّدین آسودہ آمد و شد نمایند، و شہرِ دیو گیر را دولت آباد نام کردہ عمارات عالیہ طرح افگند، و گردِ قلعۂ دیو گیر خندق کَنْد، و بالای کتلِ دولت آباد باغات و حوضہا ساخت، و بہ جمیعِ اُمرا۔ فرامین فرستاد کہ زن و فرزندِ خود بہ دولت آباد فرستادہ خانہا بسازند۔ و بعد ازان کہ سکنۂ دہلی در دولت آباد ساکن گشتند، از دولت آباد برآمدہ بعضی قلاعِ دکن را تسخیر کرد، و مظفر و منصور بہ دولت آباد آمدہ روزگار بہ کام می گزرانید۔ درین ضمن خبر رسید کہ ملک بہرام حاکمِ ملتان بَغی ورزید۔ سلطان محمد لشکر بہ ملتان کشیدہ بہرام را بقتل رسانید و بدھلی معاودت فرمود، چون مردمِ اطراف کہ در دولت آباد ساکن شدہ بودند، پراگندہ گشتند، سلطان مدّتِ دو سال در آنجا ماندہ ہمّت بر تعمیرِ دولت آباد گماشت، و مادرِ خود مخدومۂ جہاں را با سائرِ حرمہای اُمرا و سپاہی روانۂ دولت آباد گردانید، و متنفّسی در دہلی نگذاشت، چنانچہ بجز آوازِ شغال و روباہ و وحوشِ صحرائی ازان بلدہ صدائی برنمی آمد۔ و در سنہ اثنین و اربعین و سبعمائۃ[1] ۷۴۲ھ بہ دکن معاودت نمود و بعد چندی مریض گشت، و ہمچناں مریض در پالکی نشستہ عازمِ مراجعتِ دہلی گردید، و حکومتِ دولت آباد بہ قتلغ خان اُستادِ خویش تفویض فرمود، و فرمان داد کہ از مردمِ دہلی ہر کس کہ در دولت آباد ساکن است اگر خواہد بماند، و اگر نخواہد بیاید، اکثر ہمراہی سلطان از دولت آباد قصدِ دہلی کردند۔ چون سلطان بہ دہلی رسید، قحط و غلا را علاوۂ ویرانی یافت بمرتبہ کہ یک سیر غلہ بہفتدہ درہم یافت نمی شد۔ و سلطان بعد خرابی بسیار بہ آبادی دہلی توجّہ نمود۔

آمدیم بر سرِ اصل مطلب، وقتی مسافری نزدِ شیخ برہان الدینؒ آمد، و گفت بر شما برای دو چیز آمدہ ام، یکی دین، دوم دنیا۔ فرمود: ”آن یکی می تواند کہ ترا بدین دو چیز رساند“ فرمود: ”در خانہ کہ سگ باشد یا صورتی، فرشتہ گذر نکند۔ نفسِ تو سگ است۔ و ہر کرا جز خدا تعالیٰ دوست می داری، صورتِ دیوار، در این چنین دل محبتِ خدا چہ گونہ درآید؟“

---

[1] این جا سنہ اثنین و ثلاثین سبعمائۃ (۷۳۲ھ) می باید۔

Marfat.com

فرمود: "اگر کسی آن مقدار که مگس از پیشِ آینه بگذرد بر دلِ صاحب دلی بگذرد لبسنده باشد" فرمود: "اَلْفَقِیْرُ لَا یَسْأَلُ مِنَ اللّٰہِ اِسْتِحْیَاءً وَّمِنَ النَّاسِ اِسْتِنْکَافًا" فرمود "چیزی که از پیشِ درویشان برگیرند، مِنَ الْمَھْدِ اِلَی اللَّحْدِ باشد، یعنی برکاتِ او دائم باشد، تا وقتِ مُردن". فرمود: "دنیا بسایۂ آدمی می ماند، چون آدمی بطرفِ سایہ می رود، سایہ پیش شدہ می رود و چون پشت می دہد، دُنبال شدہ می آید۔ ہر کہ دنیا را پشت می دہد، اُو رُو بآن کس آرد، و ہر کہ رُو بہ دنیا آرد، اُو پشت بآن کس می دہد" فرمود: امیر حسن سجزی دہلوی لطیفہ گفتہ است کہ گوسفند چون آب خورد، پای خود را بآب تر نکند، می نشیند و آب می خورد و چون می میرد، پوستِ او را از سر تا پا تمامی پُر آب کنند، من ہم مناسبِ این گفتہ ام۔ آدمی تا آن زمان کہ زندہ است نمی خواہد کہ گردی بر جامۂ اُو بنشیند، چون می میرد تمامی در خاکش کنند۔ فرمود: "از شرق تا غرب عالم در نظرِ درویش چنان ظاہر است کہ بر کفِ دست بیضۂ مرغ" فرمود: از زبانِ کنجشکی شنیدم کہ می گفت ؎

یک لحظہ عنایتِ تو ای بندہ نواز
بہتر ز ہزار سالہ تسبیح و نماز

فرمود: "کہ اگر پیر را معلوم نباشد کہ عاقبتِ کارِ مرید چیست ؟ او را دست دادن حرام باشد" فرمود: "در آن زمان کہ مرید پیشِ پیر نشستہ است، او را ہیچ مشغولی بالاتر از مشاہدۂ پیر نیست". فرمود: "درویش را امانتِ کسی قبول نباید کرد، و ضمانِ کسی نباید شد، و گواہیِ خود در قبالہ نباید نوشت". فرمود: "چون مسافری بر مُقیم رسد، اُو را باید کہ دو آبِ گرم پیشِ مسافر آرد، یکی آبِ گرم بجہتِ دست و رو شستن، دوم شوربای گرم" فرمود: "نیکو اندکی کہ در بسیاران خرج شود" فرمود: "درویشی آن است کہ ہر چہ در دست داری بدہی، و ہر چہ در سر داری بنہی" فرمود: "قبولِ یکی قبولِ ہمہ باشد، و ردّ یکی ردّ ہمہ" فرمود: "ہر کہ یافت از دلہا یافت، و ہر کہ اُفتاد از دلہا بر افتاد" فرمود: "دل بطریقِ ظرفی است تا آن زمان کہ ظرف خالی است، از ہوا پُر است، چون محبّت حق در آید، از ہوا خالی گردد، و بہ محبتِ حق پُر گردد" فرمود: "ذرّۂ آتشِ محبت خرمنہای معاصی را بسوزد" فرمود: درویش را باید کہ صبر نماید، و اگر نتواند تصبّر کند" فرمود: "مردانِ خدا از سرِ جان می خیزند، چہ مرد

Marfat.com

باشد که از سرِ نانی نتواند بر خاست۔ فرمود: "اَلسَّمَاعُ دَمْعَۃٌ وَفِکْرَۃٌ وَالْبَاقِی فِتْنَۃٌ"۔
فرمود: یاری داشتم شمس الدین نام برادرزادۂ امیر حسن سجزی، مردی سخت مشغول و مستغرق بود، این بیت می خواند ؎

نہ دارم سرِ گفتگوی کسی
مرا گفتگو ہست با خود بسی

ہمین شمس الدین گفتی حرمِ مرد باغ و بُستانِ مرد است، یعنی ہر گاہ مرد از مشغولی ملول شود، زمانی با حرمِ خود نشیند، کہ چون حضرتِ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ملول شدی، با اُمّ المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نشستی و فرمودی کلّمینی یا حُمیرا، فرمود: درخت خود در آفتاب می ایستد، و دیگران را سایہ می کند، و ہیزم خود را می سوزد تا دیگران را راحت رساند۔
وقتی ایامِ برشگال بود، و در صحنِ خانقاہ و دیوارہا سبزہ بر آمدہ بود، فرمود: "سجدہ این است کہ این گیاہِ سبز می کند، دائماً در سجدہ است تا آنکہ ہمچنان خشک می شود و می رود۔ فرمود: ہر کسی را دہن آن است کہ ازان می خورد، و نباتات ازان جانب کہ در زمین است، آب می خورد، و قوتِ نشو و نما می یابد، پس رو و سرِ او ہمان جانب است کہ ہمیشہ در زمین فرو می باشد، اکنون اگر نماز و سجدہ کنند، باری این چنین۔ این چہ نماز و سجدہ است کہ ما می کنیم؟
وقتی مولانا شمس الدین فضل اللہ عرض کرد کہ این بیچارہ می خواہد کہ ترکِ اوراد و نوافل گیرد، شیخ فرمود: چرا؟ گفت: من قرآن تلاوت می کردم باین آیت رسیدم کہ "مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِہٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَیْہَا"[1] بحکم این آیتہ ہر عملی کہ بندہ می کند برای نفسِ خود می کند، و من برای نفسِ گندۂ خود عمل نخواہم کرد۔ شیخ تبسّم کرد و فرمود: فرمان این چنین است، باید کرد۔ بعدہٗ فرمود حضرت عزّت در کلام مجید می فرماید: "وَلِرَبِّکَ فَاصْبِرْ"[2] این لام لِاَجلِ است۔ حضرتِ عزّت بکمالِ کرم خود می فرماید، برای پروردگارِ

---

[1] سورۃ فُصّلت آیتہ ۴۶ [2] سورۃ المُدّثّر آیتہ ۷

Marfat.com

خوش صبر کن ۔ بعدہ فرمود: ہرچہ بدست وزبان تعلّق دارد عمل است وہرچہ بدل تعلّق دارد، عمل نیست، این اشتغالِ مابعد است۔ روزہ ہیچ جارحہ تعلّق ندارد، لہذا گفتہ است کہ "اَلصَّوۡمُ لِیۡ وَاَنَا اَجۡزِیۡ بِہٖ"[۱] ودر حدیث آمدہ است: "مَنۡ اَخۡلَصَ اَرۡبَعِیۡنَ صَبَاحًا اَظۡهَرَ لَہٗ یَنَابِیۡعَ الۡحِکۡمَۃِ فِی الۡقَلۡبِ" اخلاص بدل تعلّق دارد، "اَخۡلَصَ لِلّٰہِ" گفت ونگفت: "مَنۡ صَلّٰی لِلّٰہِ"۔ اگر کسی گوید: "قُلۡ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَنُسُکِیۡ وَمَحۡیَایَ وَمَمَاتِیۡ لِلّٰہِ"[۲] فرمودہ است۔ جواب این است کہ "لَاصَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوۡرِ الۡقَلۡبِ"۔ فرمود: از مولانا وجیہ الدین کلاکھری شنیدم کہ گفت: "اگر تو یار بی عیب جوئی، بی یار مانی" ونیز مولانا یوسف گفتی ہرچند قلعِ عیوبِ نفس می کنم، عیوب دیگر سر بر می زند، بعدہ فرمود: "این کمالِ مرد است کہ چون مرد بکمال رسد، اورا بر نقصانِ خود نظر افتد" فرمود: وقتی درویشی از کوئی می گذشت، چنگ می نواختند، درویش بایستاد وگفت: "ای چنگ! اگر تو بدانی کہ چہ می گوئی تار تارِ تو بگسلد"۔ درحال ہمہ تارہای چنگ بگسست۔ اورا پرسیدند کہ از چنگ چہ آواز برمی آید۔ گفت: از یکتارِ او یا رحمٰن واز تارِ دیگر یا رحیم۔ ازین جا فرمود، بعضی مردمان قرآن می خوانند وخبر ندارند کہ چہ می خوانند "رُبَّ قَالٍ لِلۡقُرۡآنِ وَالۡقُرۡآنُ یَلۡعَنُہٗ"۔

وقتی کاکاشاد بخت[۳] خادم شیخ مغزِ بادام ونبات پیش آورد، اندک اندک تناول می کرد، فرمود، من ازین ہیچ لذّت نمی یابم۔ کاکا بطریقِ طیبت کہ با شیخ داشت، گفت وقتی بود کہ نانِ جو ولوبیا بہ آرزو می خوردید، اکنون مغزِ بادام ونبات خوش نمی آید؟ فرمود: من دروغ نمی گویم۔ آن لذّت وحلاوت کہ از نانِ جو ولوبیا می یافتم، امروز درین مغزِ بادام ونبات نمی یابم۔

۱؎ بخاری ک۳۰ ب ۲، ک ۹۷ ب ۳۵ و ۵۰، مسلم ک ۱۳ ح ۱۶۴ و ۱۶۵، مسند زید بن علی ح ۴۲۰۔ مسند احمد بن حنبل اول ص ۴۴۶ ثانی ۲۳۲ وغیرہ ثالث ۵ و ۳۹۶ ۲؎ سورۃ الانعام ۱۶۲۔

۳؎ آزاد بلگرامی اسمش چند جا سعد بخت نوشتہ ودر کتب دیگر مثل احسن الاقوال وغرائب الکرامات کاکاشاد بخت نوشتہ بنظر می آید محتمل کہ از مؤلف روضۃ الاولیاء تسامح شدہ باشد۔

Marfat.com

"صاحب بقیۃ الغرائب از برادرِ خود شیخ حمّاد می آرد که روزی بخدمتِ شیخ حاضر بودم۔ کیفیت رسیدنِ سلطان محمد تغلق شاہ که قصدِ دکن کرده بود، پرسید، گفتم: در دھار رسیده است۔ چون رسمِ آن جناب بود که از ملاقاتِ اہلِ دنیا تنگ می آمد، و در آن ایّام صاحبِ فراش بود، بر زبانِ مبارک راند، از خدا تعالیٰ خواسته ام که با او ملاقات نشود۔ چون سلطان در دولت آباد رسید، خواست به ملاقاتِ شیخ بیاید۔ روزِ جمعہ سلطان در مسجدِ جامعِ قطبی نمازِ جمعہ ادا کرد۔ بوقتِ سواری گفت، سمتِ خانۂ شیخ رَوید۔ ملک مبارک پسرِ امیر خسرو به تعجیل بخدمتِ شیخ آمد و گفت، "سلطان بجہتِ ملاقات می آید"۔ تا آن زمان سلطان با کوکبۂ سلطنت نزدیک محلۂ شیخ رسیده بود۔ چنانچہ صدای رَوا رَو و دار و گیر بخانۂ شیخ می رسید، شیخ فرمود: "فاتحہ خوانیم تا نیاید"۔ ہمان وقت حق تعالیٰ در دلِ سلطان چیزی انداخت که عنانِ اسپ گردانید، و طرفِ دیگر رفت۔ چون مہمی که داشت به کفایت رسید۔ سلطان محمد سہ ہزار تنکہ با ملک نائب باربک که ثانیاً فیروز شاہ شد، بخدمتِ شیخ فرستاد۔ شیخ کاکا شاد بخت را فرمود که آنچہ موجود داری بیار۔ بیست تنکہ موجود بود۔ فرمود: این را ضم کرده بمردم تقسیم کن۔ ہنوز ملک نائب نشسته بود، که تمام سیم را قسمت کردند۔ چنانچہ داعی مؤلف را ہم وجہ قسمت رسید۔ شیخ بجہتِ سلطان مصلیٰ و خرما فرستاد، و ملک نائب را فرمود این ابیات بشنو:

مرد آن درود که کشته باشد | زن آن پوشد که رشته باشد
شرے که برای خویشت آرند | ہم کردۂ تو به پیشت آرند

وقتی زنی را صداعِ سخت عارض شد، بر درِ شیخ آمد و گفته فرستاد که این سر را بشکنید، شیخ تبسم کرد و فرمود: تا سرِ او نمی شکند، دردش نمی رود، روزی آن زن زیرِ ناودانی نشسته بود، سنگی از راه ناودان افتاد، و سرِ او بشکست، و خون بسیار بر آمد، و صُداع زائل شد۔ صاحبِ غرائب الکرامات گوید در اینکه شہر بکلّی طرفِ حضرتِ دہلی روان می شد، خادمِ وافر السعادۃ کاکا سعد بخت بی اذنِ شیخ اسبابِ سفر مہیّا ساخت، و بموقفِ عرض رسانید، و بجہتِ روان شدنِ دہلی الحاح بسیار کرد۔ شیخ بمقامی که مرقدِ مطہّر است، اشاره کرد و فرمود: "از این جا رفتنی نیستم"۔

و شیخ در پایانِ ایامِ زندگی تا ۳ سال صاحبِ فراش بود۔ گاه گاه می نالید۔ روزی یاری

Marfat.com

را فرمودندانی که نالیدنِ من از رحمت است، اگر یک ساعت از ذکرِ حق می مانم، می نالم، و نیز دراواخرِ ایامِ عمر روزی یاران را طلبیده وصیّت نمود، و تسبیح سلطان المشائخ را طلبید، پیش نهاد، و دستار در گردنِ مبارک خود انداخت، و گفتن گرفت: "مسلمانم و اُمتِ رسولم و مریدِ شیخم، اگر نیکو نزیسته ام، انصاف خود را هم خود می دهم" و روی مبارک بر زمین آورد، با تسبیح تجدید بیعت می کرد و می گریست. و در تاریخ وفاتش گفته اند ؎

اربعا بود و یازده ز صفر　　　هفصد و سی و هشت بود ز سال (۷۳۸ھ)

که ندا آمد از سرادقِ قُدس　　　بسوی شیخِ ما تعال ماتعال (۷۳۸ھ)

مرقدِ منورش در وسطِ حصار روضۂ مقدّسہ واقع شده. محرّرِ اوراق در سنہ احدی و خمسین (۱۱۵۱ھ) مأته والف به زیارتِ حرمین شریفین زادهما اللہ شرفاً وکرامۃً فائز شد، و در حینِ مراجعت ازین سفرِ برکت اثر در عشرۂ اخیر ذی القعده سنہ اثنین و خمسین و مأته والف واردِ روضۂ مقدسہ گردید، و بزیارتِ خفتگانِ این مکانِ بهشت نشان، گلهای فیض بدامنِ دل برچید، و این اول مرتبه است. و بعد ازین در مدتِ اقامتِ این دیار که بیشتر اوقات در محروسہ اورنگ آباد بسر رفت، به کرّات نامحصور تحصیل این سعادت دست داد۔

شیخ منتجب الدین زرزری زربخش قدس سرّہ

برادرِ شیخ برهان الدین غریبؒ و از مشاهیرِ اولیاءِ دکن است، ذکرِ او در ملافیظِ شیخ برهان الدین غریبؒ قلیلی تقریباً واقع شده، و در سیر الاولیاء و نظائرِ آن به نظر نیامد۔ اما متاخرین برخی از احوال گذارش نموده اند، وَالعُهدَۃُ عَلَیهِم. قول اشهر آن است که او برادرِ خردِ شیخ برهان الدین غریبؒ و مریدِ سلطان المشائخ است، اما صاحبِ معارج الولایۃ نوشته که او برادرِ کلان شیخ برهان الدین و مریدِ گنج شکرؒ است، و این ابیاتِ نظم خود در مدح آن جناب درج کرده، نظم:

منتجب شیخ زرزری زربخشؒ　　　کو شقیقِ کلان بود بشمار

از مریدان خواجه گنج شکرؒ　　　کرد اوّل به دیو گیر قرار

Marfat.com

خلعتِ زر زغیب می آمد — درصباح و رَواح ولیل ونہار
شدازان نامِ زرزری زربخشؒ — می نمودش براہِ خیر نثار
رخت زین تنگنای چون بربست — بحرِ امید سوی دارِ قرار
خواجہ برہان سوی دکن آمد — زندہ زوگشت سنّت و آثار
شو خموش از ثنای او عبدیؔ — کی توان کرد وصفِ او تکرار

ونیز صاحبِ معارج الولایۃ می نویسد کہ چون مجاہدہ وریاضت بہ کمال رسانْد وبہ مرتبۂ محبوبی وصولی یافت، اورا دو خلعتِ زرّین بوقتِ صبح وشام ازغیب فرود آمدی، وآن رابہ مصارفِ فقرا صرف کردی، وخود استعمال نہ نمودی۔ ازین جہت بہ این اسم مشہور گشت، ودر تاریخ فرشتہ می گوید کہ ہر شب وقتِ نمازِ تہجّد دُرجِ زرّین ازعالمِ غیب آمدی، وشاہ آنرا علی الصباح فروختہ صَرفِ درویشان نمودی۔ ازان سبب مشہور بہ زر بخش گشت۔ انتہیٰ۔ موسوی خان جرأت گوید ؎

آن جوان مردی کہ در راہِ خدا
زر بہ محتاجان رسانْد زرزری است

شیخ حمّاد کاشانیؒ دراحسن الاقوال می آرد کہ شیخ برہان الدین غریبؒ فرمود: وقتی مولانا منتجب الدینؒ طعام پیشِ دعاگو آورد، گفتم مرا امروز صَوم است، گفت: اِفطار باید کرد، صوم می توان گرفت، قبول نکردم۔ ہمدران روز بہ خدمتِ شیخ الاسلام نظام الدینؒ رفتم۔ شیخ فرمود: پیشِ فلانی طعام بیارید، درنظرِ شیخ اِفطار کردم۔ چون ازانجا بازگشتم، خواستم کہ نمازِ دیگر را بہ جماعت گذارم۔ ہر کہ می رسیدم ومی گفتم، نمازِ دیگر باہم بہ جماعت گذاریم۔ او می گفت: من گذاردہ ام، بضرورت نمازِ دیگر بی جماعت گذاردہ شد، واز شومی آنکہ نفسِ مولانا منتجب الدینؒ رد کردم، ہم صوم از دست رفت وہم جماعت۔ وشیخ رکن الدّین کاشانیؒ در نفایس الانفاس نقل می کند کہ شیخ بُرہان الدینؒ فرمود: برادر مولانا منتجب الدینؒ یاری داشت، اورا ستّیدی گفتندی۔ مردی تفتہ مزاج بود، آن زمان کہ درراہ رفتی ہر کہ پیش آمدی از جنسِ لشکری ودانش مندان وسپہدار ہیچ کس را سلام نکردی۔ امّا اگر دیوانۂ ژندہ پوشی گرد آلودی را دیدی،

Marfat.com

در پامی افتادی، واورا تعظیم کردی، فرمود: "این طائفہ را تعظیم کردن کاری است عظیم"۔ انتہی۔ شیخ منتجب الدینؒ ہفتم شہر[1] ربیع الاول سنہ تسع وسبعمائۃ (۷۰۹ھ) بہ حظائر قدس اُنس گرفت، مرقدِ پاکش بُرونِ حصارِ روضۂ مقدسہ۔ ودر ایّامِ عرسِ اُو مردم زُوّار از دور دست قصد می کنند، ومجمعِ عظیم الشانی دست می دہد۔ واجتماعی کہ در عرسِ او می شود، در اعراسِ مشایخِ دیگر ازین بقعہ کمتر دست می دہد۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

نجم الدین امیر حسن بن علاء السجزی الدہلوی قدس سرہ

سجزی بفتحِ سینِ مہملہ وکسرِ آن وسکونِ جیم وزای معجمہ منسوب بہ سجز، ومعربِ سگز وسجز وسجستان عبارت است از سیستانِ رستم من توابعِ خراسان۔ پدرِ امیر حسن از سیستان بہند آمد، مسقط الرّاسِ امیر حسن ہند است، واو از خواصِ مریدانِ سلطان المشایخ است متخلق باخلاقِ صوفیۂ صافیہ، ومتحلّی بصفاتِ رضیہ وشمائلِ سنیّہ۔ سلطان المشایخ را بحالِ امیر حسن نظری وعنایتِ خاص بود، ودر فضلاءِ عصر عزتی ومکانتی دیگر داشت۔ ابتدای توبۂ او چنین نوشتہ اند کہ روزی سلطان المشایخ را گذر بر سرِ منزلی کہ امیر حسن در آنجا با جمعی انجمنِ نشاط چیدہ بود، افتاد، چون چشمِ امیر حسن بر جمالِ سلطان المشایخ افتاد، این دو بیت برخواند ؎

سالہا باشد کہ ما ہم صحبتیم　　این کہ صحبت را اثر باشد کجا است؟
زُہدِ تان فسق از دلِ ما کم نکرد　　فسقِ ما محکم تر از زُہدِ شما است

سلطان المشایخ فرمود: "صحبت با حُسنِ نیّت اثرہا دارد"، چون وقتِ انابت رسیدہ بود، توبہ کرد، وبخدمتِ سلطان المشایخ پیوست، ورسید بجائی کہ رسید، واز جملۂ باقیاتِ صالحاتِ او این است کہ فوائد الفواد ملفوظاتِ سلطان المشایخ جمع کرد، واز بس متانتِ عبارات ولطافتِ اشارات مقبولِ طبایعِ خاص وعام اُفتاد، امیر خسرو گفتی: کاشی تمام تصنیفاتِ من از حسن بودی واین سعادتِ ابدی نصیبِ من شدی"۔ سخنانِ او شورِ آفاق

---

[1] ۷، ربیع الاول ۷۰۹ھ مطابق ۱۵ اراگست ۱۳۰۹ھ

Marfat.com

و نمک ریز جراحتِ عشاق است۔ سلطان المشائخ را ہر گاه ذوقِ سماع شدی، قوّالان را می فرمود که شعرِ امیر حسن بخوانند۔ اہلِ ہند او را "سعدیِ ہندوستان" گویند سلاطین و شاہزادگان آرزومندِ صحبتِ اُو می بودند۔ اکثر قصائدِ امیر حسن در مدحِ سلطان غیاث الدّین بلبن است۔ عارف جامی قُدِّسَ سِرُّہٗ می فرمود، او را در غزل طریقی خاص است۔ اکثر قافیہ ہای تنگ و ردیف ہای غریب و بحورِ خوش آینده اختیار کرده، لاجرم شعرِ او را حالتی حاصل آمده است، اگرچه در بادی نظر آسان می نماید، امّا در گفتن دشوار است، و لہٰذا اشعارِ او را سہلِ ممتنع گفته اند۔ ملک الشعرا شیخ فیضی می گفت امیر حسن آنی دارد که عاشقِ آن توان شد۔ گو امیر خسرو یوسفِ زمان باش۔

در لطائفِ اشرفی مسطور است که وقتی خواجه حسن را بیماری عارض شد و اغمائی دست داد۔ جماعۂ از فضلا مثلِ امیر خسرو و منصور بدیدنِ اُو رفتند، و گفتند که ما را می شناسید ما کیانیم؟ و آخر گفتند ما چه کسانیم، امیر حسن چشم وا کرده گفت، بندهٔ سخنِ او لیم۔ ہمه فضلاء پسندیدند که در چنین وقت ظرافت از دست نداد، و امیر در اواخرِ عمر در حادثۂ تخریبِ دہلی رخت سفر به دولت آباد کشید، و ہمین جا بقیۂ زندگانی با آخر رسانید، خوابگاہش بیرونِ حصارِ روضۂ مقدسہ۔ تاریخ وفاتِ او بیست و نہم ۲۹ ماہِ صفر است۔ درین روز و ایضاً در ہر پنجشنبه از ماہِ رجب المرجب ہجومِ خلائق و حاجت خواہان بسیار بر مرقدِ مطہرِ اُو می شود، و مردمِ دکن او را حسن شیر گویند، و بین الجمہور چنان مشہور است که ہر شب شیری بزیارتِ اُو می آید۔ و ظاہر این است که حسن شیر تصحیفِ حسن شاعر است واللّٰه اعلم۔

شیخ عبد الصّمد بن افضل محمد خواہر زادهٔ شیخ فیضی و شیخ ابو الفضل در اخبار الاصفیاء می نویسد که در ہفتصد و سی و ہفت عرصۂ زندگانیِ او پامالِ رخشِ فنا شد۔ "مخدومِ اولیاء" تاریخِ رحلت است انتہی۔ اما درین تاریخ از سالی که ذکر کرده یک عدد زائد است۔ و مِن اَنفَاسِهِ القُدسِیَّة ؎

ای ماہِ خوبان یک شبی بر خویش مہمان کن مرا	وز آفتاب روی خود، چون صبح خندان کن مرا
دارم دلی آتشکده آخر خلیلِ من توئی	بر من فروزان یک دمی آتش گلستان کن مرا
افگند زلفِ کافرت اشکالہا در دینِ من	یک بار بنما روی خود از سر مسلمان کن مرا

Marfat.com

در کنج فرقت سالہا داؤ دسان نالیدہ ام | زان می کہ چشمت مست شد امروز غلطان کن مرا
از زہرِ خشکِ خویشتن ہستم بران اوّل قدم | لب برلبِ من بندہ نہ جان کندن آسان کن مرا

مسکین حسن می گویدت اے وقتِ عشاقِ توخوش
گر من ز ایشان نیستم در کارِ ایشان کن مرا

سید یوسف بن علی بن محمد الحسینی الدہلوی الدولت آبادی

المشہور بہ سید راجا و درین زمان مشہور بہ راجو قتال، والد بزرگوار حضرت سید محمد گیسو دراز است قدس اللہ اسرارہم، در جوامع الکلم از حضرت سیدی آرد کہ فرمود: روزی والدِ من در مسجدی گوشہ گرفتہ نمازِ اشراق می خواند متعلمی و نویسندہ کہ خود را از متعلمان شمردی، در سماع بحثی می کردند۔ والدم بعد از فراغ نماز گفت: مولانا بشنو! من در نماز بودم، ہرچہ شما گفتید معلوم کردم، اگر بگویید باز گردانم۔ ما چون در سماع باشیم جز چیزی کہ مطلوب است ہیچ در خاطر نمی آید، و از ما عدا شعوری و خبری نمی باشد"، انتہی۔ دیوانِ راجا باو منسوب است۔ این دو بیت از انجا است ؎

روے کہ دیدہ ام من اندر عیان نگنجد | حسن و جمالِ آن رُو اندر جہان نگنجد
پروازِ مرغِ قدسی جز لامکان نباشد | این مرغِ لامکانی اندر مکان نگنجد

و سید یوسف نیز در ہنگامہ برہم زنیِ دہلی بہ دولت آباد تشریف آورد، و پنجم ماہ شوال سنہ احدی و ثلثین و سبعمائۃ (۷۳۱ھ) داعیِ حق را لبیک اجابت گفت۔ مرقدِ منورش بیرونِ حصارِ روضۂ مقدسہ واقع شدہ۔ مزارِ وی متبرک بہ۔

و بہ تقریبِ یوسف برخی از احوالِ فرزندِ ارجمندِ او سید محمد گیسو دراز قدس اللہ اسرارہما مناسب بلکہ واجب دیدہ شد، از راہ تیمن و تبرک، اگرچہ خوابگاہِ ایشان روضہ نیست۔

سید محمد ملقب بہ گیسو دراز قدس سرہ

از اعاظم خلفای شیخ نصیر الدین محمودؒ و مشاہیرِ اولیای ہند است۔ ولادتِ او چہارم رجب المرجب ۷۲۱ھ احدی و عشرین و سبعمائۃ نسبش بہ بیست و دو (۲۲) واسطہ بحضرتِ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم می رسد۔ در عمرِ چہار سالگی در واقعہ

Marfat.com

جلاءِ دہلی ہمراہِ پدرِ بزرگوار نقل بہ دولت آباد کرد، و در صغرِ سن بہ تعلّم مشغول شدہ، و بیشتر در خدمتِ جدّ خود می بود۔ جدّ و پدرِ او ہر دو مریدِ سلطان المشایخ بودند۔ فضائل و مناقبِ سلطان المشایخ اکثر از زبانِ اینہا گوش کرد۔ امّا سلطان المشایخ ازیں عالم رحلت کردہ بود۔ ناچار دغدغۂ ارادتِ شیخ نصیر الدین محمودؒ کہ دران عصر خلیفۂ راستین و وارثِ سلطان المشایخ بود قدّس اللہ اسرارہما، در خاطر افتاد، و اندیشہ مند شد کہ از دولت آباد تا دہلی مسافت بعید است، چگونہ توان رسید؟ ناگاہ والدۂ ماجدۂ حضرتِ سید بہ تقریبی عازمِ دہلی شد، حضرت سید ہمراہِ والدہ متوجہ دہلی گردید، و شرفِ خدمتِ نصیر الدین محمودؒ دریافت، در عمرِ شانزدہ سالگی در ماہِ رجب سنہ ستہ و ثلثین و سبعمائۃ (۷۳۶ھ) بہ ارادت والاسعادت اندوختہ، و خدمتِ شیخ لازم گرفت، و قدم در وادیِ ریاضت و مجاہدہ گذاشت، و بہ کسبِ علمِ رسمی ہم اشتغال داشت۔ برخی نزد سید شرف الدین کیتھلی و نبذی پیشِ مولانا تاج الدین بہادر، امّا بیشتر بخدمتِ قاضی عبد المقتدر بن قاضی رکن الدین الشُّریحی الکندی تلمذ نمود، و کتبِ تحصیلی را بہ ترتیب عبور کرد۔ بعد ازان بکلّی متوجہِ علومِ باطنی گردید، و مبادیِ سلوک را بہ منتہای وصول رسانید۔ چون واقعاتِ خود پیشِ شیخ نصیر الدینؒ می گذرانید، شیخ می فرمود: "بعد ہفتاد سال کودکی مرا از سر شورانیدہ است، و واقعاتِ سابق را یاد دہانید۔"

یکی از مریدانِ حضرتِ سید قُدّس سرّہٗ محمد علی سامانی کتابی جمع کردہ مسمّی بہ سیرِ محمدی در احوالِ حضرت سید و خلفاء و مریدان ایشان، دراں جامی نویسد کہ چوں ملک حاجی برادر خالہ زادہ خود مولانا علاء الدین اَنْدَری را برای ارادت بر شیخ نصیر الدینؒ آورد، شیخ او را مرید گرفت و فرمود: "ای ملک زادہ اثر ایامِ من صحبت ممکن نیست، و چیزی گفتن و شنودن نتوانی، صحبتِ یکی از یاران اختیار کن۔" مولانا علاء الدین در اندیشہ رفت۔ شیخ بارِ دیگر ہمان کلمہ اعادہ کرد۔ مولانا علاء الدین گفت، "آن سید کہ گیسو دراز دارد؟" و مولانا تا آن روز نام حضرت سید را نمی دانست، و گیسو ہای حضرت سید بغایت دراز بود و تا زانو رسیدی، و چون در سماع می آمد، بزمین می رسید۔ شیخ نصیر الدین فرمود: "سیّد محمد گیسو دراز بیا، ملک زادہ را در صحبتِ خود نگاہ دار، و آنچہ تلقین کردہ ام این را نیز نصیبی برسان۔" ازان وقت حضرت سید و مولانا علاء الدین یکجا

Marfat.com

بودند انتہی۔ ومولانا علاء الدین انصاری الندی از مشاہیر مشایخ دکن ودر مقام الند آسوده است۔ والند بفتح ہمزه بروزن بلند بر مسافت دوازده کروه است از گلبرگہ، مرقد منور مولانا درانجا گنبد وعمارات عالیہ دارد، وزیارت گاہ خلائق است۔ راقم الحروف در سفر گلبرگہ بزیارت خاک پاک مولانا مستسعد گشت، الحاصل کلام سیر محمدی ناظر است برین کہ سبب تلقب حضرت سید گیسو دراز آن است کہ ذکر کرده۔

وشیخ عبدالحق دہلوی قدس سره می فرماید: وجہ شہرت او باین لقب آنچہ شنیده شد این است کہ روزی سید باچندی دیگر از مریدان، پالکی شیخ نصیر الدین محمود را برداشتہ بودند۔ در وقت برداشتن گیسوی سید بہ سبب درازی کہ داشت در پایہ پالکی بند شد، واو از رعایت ادب واستغراق محبت شیخ بجدا کردن گیسو مقید نشد، وہم بران وضعی کہ واقع شد، مسافت بعید قطع کرد۔ بعد ازان کہ شیخ برین معنی اطلاع یافت، خوش حال شد، وبر صدق عقیدت وحسن صنعت او آفرینہا کرد، واین بیت فرمود: ؎

ہر کو مرید سید گیسو دراز شد
واللہ خلاف نیست کہ او عشق باز شد

وجمہور مردم دکن حضرت سید را 'بنده نواز' خوانند وگویا میرزا صائب این بیت را برای حضرت سید گفت ؎

گردن از بندگی عشق مکش چون یوسف
کہ عجب سلسلۂ بنده نوازی دارد

شیخ نصیر الدین محمودؒ در مرض اخیر حضرت سید را خلافت ارزانی داشت، وروز سیوم از رحلت شیخ حضرت سید بر سجاده نشست وطالبان را براه مولیٰ دلالت نمود۔ چون سن شریف از چہل تجاوز کرد، بہ تکلیف والدۂ ماجده بتاہل پرداخت، وچون عمر گرامی بہشتاد رسید، در حادثۂ امیر تیمور ہجرت از وطن مالوف اختیار کرد، وہفتم شہر ربیع الآخر سنہ احدی وثمان مائۃ ازدہلی

سلہ ۷، ربیع الثانی ۸۰۱ھ مطابق ۱۷ دسمبر ۱۳۹۸ء

برآمد و در هر شہر و مکان کہ می رسید حکّام و اکابرِ آنجا ہمہ مراسمِ استقبال و لوازمِ مہمانداری بتقدیم می رسانیدند و خلقی کثیر در اثنای راہ بشرفِ بیعت سعادت اندوختند و در اواخرِ سالِ مذکور پرتوِ وصول بر سرزمینِ گجرات انداخت، و چندی آن حدود را بہ انوارِ برکات منوّر ساخت، و حکّام و خاص و عامِ آنجا ہمہ در مقامِ اعتقاد و انقیاد بودند، بعد ازان قصدِ دولت آباد کرد۔ سلطان فیروزشاہ بہمنی خبر یافت کہ سیّدی عالی مقام از جانبِ گجرات بدکن تشریف می آرد، بہ عضد الملک حاکمِ دولت آباد نوشت کہ از جانبِ ما نیازی گذراند۔ چون سیّد دولت آباد را بہ مقدمِ گرامی مشرف ساخت، عضد الملک سعادتِ ملازمت دریافت، و از جانبِ سلطان فتوحی گذرانید۔ حضرت سیّد بزیارتِ والدِ ماجد پرداخت، و در حدودِ سنہ خمسۃ عشر و ثمانمائۃ (۸۱۵ھ) عازمِ گلبرگہ گردید۔ سلطان فیروزشاہ کہ ہموارہ خواہانِ مردمِ عزیز بود، ازین بشارت شادمان گشتہ از فیروزآباد کہ شہری نو بنا کردہ، دارالملکِ خود قرار دادہ بود، بہ گلبرگہ آمد و جمیع اولاد و امرا و ارکانِ دولت را بہ استقبال فرستادہ بہ اعزاز و اکرامِ تمام بہ شہر درآورد، و التماس کرد کہ این شہر را بہ توطّنِ خود رونق بخشید۔ حضرت سیّد ملتمسِ او را اجابت نمودہ سکونتِ آنجا اختیار کرد۔ سلطان فیروزشاہ عالمِ کامل بود، و در اکثر فنون خصوص اُصول و حکمتِ طبیعی و نظری مہارتی تمام داشت، و بخدمتِ میر فضل اللہ اینجو شاگردِ رشید علامہ تفتازانی این ہمہ کسبِ فضائل نمود، و در ہفتہ روز شنبہ و دوشنبہ و چہارشنبہ درس می گفت۔ بدین تفصیل: تفسیرِ زاہدی، شرح تذکرہ در ہیئت، اقلیدس در ہندسہ، شرحِ مقاصد در علمِ کلام، مُطوّل در علمِ معانی و بیان۔ و قصد کردہ بود کہ در دولت آباد رصد بندد، و حکیم حسن علی گیلانی و سیّد محمد گاذرونی باتفاقِ علمای دیگر باین کار مشغول شدند، لیکن بنابر بعضی امور کہ یکی از انجملہ فوتِ حکیم حسن علی بود، کارِ رصد ناتمام ماند۔

چون سلطان فیروزشاہ حکیم منش بود، و حضرت سیّد را در علومِ ظاہری بہ آن مرتبہ نیافت، چندان توجہ نمود، امّا احمد خاں برادرِ سلطان فیروزشاہ بخلافِ برادر اعتقادِ تمام پیدا کرد، و خانقاہی بنا ساخت، و اکثر اوقات در مجلسِ شریف حاضر شدہ از کلامِ صوفیہ بہرہ می گرفت، و ہرگاہ سماع می شد حاضر گشتہ درویشانِ خانقاہ را بہ انواعِ احسان می نواخت، تا آنکہ سلطان فیروزشاہ در سنہ ثمانیہ عشر و ثمانمائۃ (۸۱۸ھ)[1] فرزندِ کلانِ خود حسن خاں را کہ شاہزادۂ

---

[1] مطابق ۱۴۰۹-۱۴۱۰ء

Marfat.com

عیاش خفیف العقل بود، ولی عہد گردانید، واز عظمای روزگار جہتِ او بیعت گرفت، ونزد حضرت سیّد کسان فرستاد کہ در حقِ او دعای خیر کردہ فاتحہ بخوانید، حضرت سیّد جواب داد کہ چون شما باُو پادشاہی دادہ اید، بدعا و فاتحہ فقیر چہ حاجت۔ سلطان فیروز شاہ دیگر بار کسان فرستاد والحاح وابرام نمود۔ حضرت سیّد گفت کار فرمایانِ قضا و قدر تاجِ سلطنت بعد از تو بہ برادرت احمد خاں نامزد کردہ اند، کوشش نمودن برای دیگری بی فائدہ است۔ سلطان ازین سخن متالم گشتہ آثارِ رنجش ظاہر ساخت، وپیغام داد کہ خانقاہ بہ قلعہ نزدیک است، ازدحامِ خلق می شود، از شہر بیرون باید رفت۔ حضرت سیّد لاعلاج با اہل وعیال از آنجا بیرون آمدہ، در کنارِ شہر جاے کہ الآن مرقدِ منوّرِ اوست، طرحِ اقامت ریخت معتقدان ہجوم آوردہ خانہ درکمالِ تکلف جہتِ اُو ترتیب دادند، و در سنہ خمس وعشرین[1] وثمان مائۃ (۸۲۵ھ) احمد خاں سلطنت را از فیروز شاہ انتزاع نمود، بہ طریقے کہ محمد قاسم فرشتہ و دیگر مورخان گذارش نمودہ اند۔

احمد خاں پنجم شوال[2] سالِ مسطور بر اورنگِ جہان بانی نشست، وخود را سلطان احمد شاہ خواند و بواسطۂ بُرہانی کہ در حقِ خود مشاہدہ کرد، حضرت سیّد را عزت بسیار بجا آوردہ، در حلقۂ ارادت در آمد، وچندین قریہ وپرگنات از کلبرگہ نیاز کرد و تا این زمان کہ سلطنت تیموریہ است، اکثر قریات وپرگنات را بدستور اولادِ او متصرف اند، و بر طبقِ "اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِہِمْ" خلائقِ دکن بجناب او رجوع آوردند، وسدۂ سنیّہ را کعبۂ حاجات ساختند، کافۂ مردمِ دکن اعتقادِ عظیمی بحضرت سیّد دارند، بحدی کہ شخصی ہیچکی از اہلِ دکن پرسید کہ رسول اللہ بزرگ تر است یا سیّد محمد گیسو دراز؟ جواب داد کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ پیغمبر خدا است امّا سبحان اللہ سیّد محمد گیسو دراز چیزی دیگر است۔ و حضرت سیّد بیشتر بصومِ دوام می گذرانید، وقتِ چاشت وبعد از نمازِ ظہر درس می گفت، وبیشتر درسِ علمِ تفسیر وحدیث وسلوک می گفت۔ وگاہی علم کلام وفقہ۔ در سنہ ست[3] وثمانمائۃ (۸۰۶ھ) مولانا علاء الدین گوالیاری برای ملاقات

---

[1] مطابق ۱۴۲۱-۲۲ء [2] مطابق ۲۲ ستمبر ۱۴۲۲ء [3] مطابق ۱۴۰۳-۱۴۰۴ء

Marfat.com

حضرت سیّد بہ گلبرگہ آمد، وتمہید عین القضاۃ وفصوص گذرانید وخواست کہ سوانح گذراند، باین تقریب حضرت سید فرمود کہ من در دہلی سوانح را سبق گفتن آغاز کردم۔ شیخ احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ را در واقعہ دیدم، مرا گفت تا غایت کتاب من یکی رفتہ است، تو می خواہی کہ سبق گوئی؟ گفتم شما پیش مردان نام یکی ستدید، مردان از چہ گونہ گذرند۔ شیخ گفت: آری نگذرند۔ اما مشقت بسیار بینند۔ عقب این ششماہ مراتب گرفت۔ باز شیخ را در واقعہ دیدم، ایستادہ می خندید و می گفت: "مشقت دیدی"؟ ساکت شدم۔ شیخ فرمود: "اکنون سبق بگوی"۔ فرمود: وقتی از کھمبایت بشہر پتن می رفتم۔ امساک باران بود، مواشی بسیار در معرض تلف در آمدہ، جانوران می خوردند۔ زاغی بشاخی نشستہ می گفت: "اَللّٰھُمَّ یَا وَاسِعَ الْمَغْفِرَۃِ وَسَّعْتَ عَلَیْنَا رِزْقَنَا بِفَضْلِکَ یَا رَحِیْمُ، یَا وَھَّابُ یَا کَرِیْمُ یَا تَوَّابُ"، متعجب ماندم کہ اہل زمین را مصیبتی رسیدہ است وزاغان را از فراخی رزق ونعمت نغمۂ شکر زیادت شد۔ دانستم کہ لُطْفُہٗ قَہْرٌ وَقَہْرُہٗ لُطْفٌ۔ فرمود: فتح کار من بیشتر از تلاوت قرآن وسماع بود۔ فرمود: ذکر بسیار گوئید تا در دل افتد، وچون دل ذاکر شود، زبان را باز دارید کہ "اَلذِّکْرُ بِاللِّسَانِ لَقْلَقَۃٌ"، وچون سِر در ذکر آید، دل را باز دارید کہ "اَلذِّکْرُ بِالْقَلْبِ وَسْوَسَۃٌ وَالذِّکْرُ بِالسِّرِّ مُعَایَنَۃٌ"، ومی باید کہ ربط بر دل بقوت زند با محافظت دم، چنانکہ دل در گداز آید ودہان بکشاید۔ وچون فتح شد، مقصود حاصل گشت کہ "لَا ھِجْرَۃَ بَعْدَ الْفَتْحِ"۔ تصانیف حضرت سیّد ملتقط تفسیر قرآن بطور سلوک۔ تفسیر دیگر بطریق کشاف پنج جزو، حواشی کشاف، شرح مشارق، وفارسی، شرح تمہیدات عین القضاۃ وغیرہا۔

ودر سواد گلبرگہ تالابی است۔ از حضرت سیّد نقل می کنند کہ فرمود، کسی کہ درین تالاب غسل کند، سعید شود، یعنی نیک بخت واز گناہان پاک می گردد۔ اما عوام سادہ لوح گویند کہ حضرت سید فرمود کسی کہ درین تالاب غسل می کند، سیّد می شود وبہ نیت تحصیل سیادت غسلہا بجا می آرند۔ انتقال حضرت سید روز دوشنبہ وقت چاشت شانزدہم ذی القعدہ سنہ خمس وعشرین وثمانمائۃ (۸۲۵ھ) واقع شد،[۱] ودر گلبرگہ مدفون است۔ سلطان احمد شاہ

---

[۱] مطابق ۲ر نومبر ۱۴۲۲ء

Marfat.com

بهمنی گنبد رفیع الشانی بر مرقدِ شریف بنا کرده، مؤلف اوراق (در ماهِ) صفر سنہ ستین و مأتہ و الف (۱۱۶۰ھ) بہ گلبرگہ[1] رسید و بزیارتِ مزار فائض الانوار فراوان فیوضات حاصل نمود۔

مولانا فریدالدین ادیب قدس سرہٗ

سر حلقۂ خلفای شیخ برہان الدین غریبؒ است، چون سیزدہ روز قبل از انتقال شیخ برحمتِ حق پیوست، شہرت نیافت، ہم از عہدِ طفولیت از حرکات و سکنات او اشاراتِ سعادت معاینہ می شد، ازو منقول است کہ پانزدہ (۱۵) سالہ بودم کہ با خالِ خود در جمعی رفتم کہ آنجا سماع بود، و دران جمع شیخ ماہم تشریف داشت، خالِ من مرا در پای شیخ انداخت۔ در دل نیّت کردم کہ اگر این شیخ صاحبِ ولایت است مرا نعمتِ قلّتِ طعام حاصل آید۔ چون ازان جمع باز گشتم، حق تعالی حُبّ دنیا بر دلِ من سرد گردانید، و قلّتِ طعام بمثابہ رسید کہ در روز یکتای نان بحیلہ می توانستم خورد، و در ہژدہ سالگی بشرفِ ارادت سعادت اندوختم، مولانا آن روز کہ ارادت آورد، شیخ فرمود این جوان در نظرِ من بطریقی آمدہ است کہ مریدی سی[2] سال بخدمتِ پیر بودہ باشد، و ہم شیخ در حقِ او فرمود: خطِ تو با خطِ استاد[3] برابر شدہ است۔ وقتی دیگر بر زبان آورد، ہر نعمتِ ظاہری و باطنی کہ دارم ترا تسلیم کردم"، فرمود: "اگر فردا پرسند کہ در حضرتِ ما چہ آوردہ ای؟ گویم فرید را آوردہ ام"۔

از قاضی فریدالدین[4] ادیبؒ منقول است کہ گفت روزی بپای بوسِ مولانا فریدالدینؒ رفتم، دیدم تنہا است، و گریہ می کند، بعد ازان کہ بخود آمد، عرض کردم کہ موجبِ گریہ چہ بود؟ فرمود: "شنیدم، فرمانِ شیخ شدہ است کہ بعد از وفات بر جای شیخ بنشینم، چہ گونہ دلی باشد و کرا زہرہ کہ بر جای شیخ تواند نشست۔ از خدا می خواستہ ام کہ پیش از شیخ

---

[1] مطابق فروری ۱۷۴۷ء [2] این جا چنین ہم می توان خواند: حظِّ تو با حظِّ استاد الخ، ای نصیبِ تو با نصیبِ استاد برابر شد۔ [3] این جا قاضی فریدالدین ادیب نوشتہ، ظاہراً ادیب سہوِ قلم است۔

Marfat.com

ازین عالم بروم۔ آخر ہمچنان شد و سیزدہ[۱۳] روز قبل از وفاتِ شیخ بیست و نہم محرم الحرام سنہ ثمان و ثلثین و سبعمائۃ[۱] بریاضِ رضوان خرامید۔ قبرِ شریفش بیرونِ حریمِ مقبرۂ شیخ منتجب الدین زرزری زربخش رح جانبِ غرب، رحمہ اللہ تعالیٰ۔

خواجہ حُسین قُدِّسَ سِرُّہٗ

مولدِ او شیراز، پدرش سید محمود از اولیای کبار بود۔ مرقدش در شیراز، از و دو پسرِ والا گہر بوجود آمد۔ خواجہ حسین و خواجہ عمر قدّس اللہ اسرارہما، خواجہ حسین از تجّارِ نامدار بود، و در کمالِ ثروت بسر می برد۔ چون مولانا زین الدین داؤد رح فرزندِ ارجمند خواجہ حسین از راہِ حرمین شریفین سری بہ کشورِ ہندوستان کشید، خواجہ حسین را اشتیاقِ فرزند در حرکت آورد، و با برادر و ہمہ اہل و عیال رختِ سفر بہ ہندوستان کشید، و در حضرتِ دہلی با پسر ملاقات نمود، و در حادثۂ تکلیفِ ساکنانِ دہلی بہ دکن با اہل و عیال بہ دولت آباد آمد، و متوجہ دار البقا گردید، قبرِ ہر دو برادر یعنی خواجہ حسین و خواجہ عمر بالای کوہ روضۂ مقدّس خارج از حصار در یک گنبد واقع شدہ، مزارِ وی متبرک بہ۔ و گویند ہر دو برادر از مریدانِ سلطان المشائخ نظام الدین رح اند۔

شیخ زین الدّین داؤد رح

بن خواجہ حسین رح بن السید محمود الشیرازی قدّس اللہ اسرارہم، صاحبِ سجادۂ شیخ برہان الدین غریب رح و از عظماءِ اولیاء و کبرای این طائفہ علیہ است، صاحب کراماتِ ظاہرہ و علاماتِ باہرہ۔ مجمع البحرینِ علوم ظاہری و باطنی، ولادتِ باسعادت در حدودِ سنہ احدی و سبعمائۃ (۷۰۱ھ) در شیراز واقع شدہ[۲]، مادرش در صغرِ سن وفات یافت، والدِ ماجد در کنارِ شفقت پرورش کرد، قائدِ توفیق اورا در حداثتِ سن بزیارتِ حرمین شریفین کشید و باین سعادتِ عظمیٰ فائز گشت۔ از انجا کہ در پردۂ تقدیرِ فتحِ بابِ او بہ کلیدِ توجہ شیخ

---

[۱] ۲۹ محرم ۷۳۸ھ مطابق ۲۷ اگست ۱۳۳۷ء۔ [۲] مطابق ۱۳۰۲-۱۳۰۱ء

برہان الدین غریب قدس سرہ موقوف بود، از دیارِ عرب رُو بہ ہندوستان آورد نخست بدار الخلافۂ دہلی وارد گردید، و کلام اللہ را در فرصتِ قلیل یاد گرفت، و کمر بہ تحصیلِ فضائل بربست، و از علمای فحولِ دار الخلافۂ دہلی لاسیما مولانا کمال الدین سامانہ کسبِ علوم نمود، و بہ اعلیٰ مدارجِ فضیلت برآمد۔ در حینے کہ سلطان محمد متوطنانِ دہلی را بہ دولت آباد روان کرد، مولانا کمال الدین سامانہ و شیخ زین الدین نیز بہ دولت آباد تشریف فرمودند، دران ایام شیخ زین الدین در زیِ علما بسر می بُرد، و ہموارہ بتدریسِ علوم و تقدیم عبادتِ حیِ قیوم پرداخت، و در ورع و تقویٰ جدّ و جہد تمام داشت، و از مشائخ صوفیہ بکلی مجتنب و محترز می زلیست۔ شیخ برہان الدینؒ دران عہد کوسِ مشیخت می زد، و غلغلۂ سرود و سماعِ او بملاءِ اعلیٰ رسیدہ بود۔ شیخ زین الدینؒ از استماعِ این اخبار مستنفر می بود، و زبانِ طعن می گشود، تا آنکہ مشکلاتی چند از علوم بر سبیلِ امتحان بخدمتِ شیخ برہان الدینؒ نوشت، و اجوبۂ شافیہ یافت و انکار باعتقاد مبدّل گردید، و در سنہ ست[1] و ثلثین و سبعمائۃ (۷۳۶ھ) برفاقتِ مولانا رکن الدین عماد کاشانی مؤلفِ نفائس الانفاس خدمتِ شیخ برہان الدینؒ دریافت، و دستِ انابت داد۔ شیخ در وقتِ بیعت فرمود: "ای فرزند! مُرید شایستہ گیری"۔ روزی کہ نظام الحق والدینؒ مولانا حسامؒ را بہ ارادت مشرف ساخت، فرمود: در تکمیلِ مُرید کوشی نہ در تکثیر۔ شیخ زین الدینؒ در خدمتِ شیخ مرصاد العباد را گذرانید، و ریاضاتِ شاقہ کشید، و در اندک فرصت منازلِ سلوک طی کردہ بہ منتہای معارج صعود نمود، و بتاریخ ہژدہم شہر ربیع الآخر روزِ عرس سلطان المشائخ قدس سرہ سنہ سبع و ثلثین و سبعمائۃ (۷۳۷ھ) بہ عطای خرقۂ خلافت ممتاز گشت، و بعد سہ روز از رحلتِ شیخ بہ محضرِ اکابر و اصاغر مطابقِ وصیت بر سجادۂ خلافت نشست، و مقتدای عصر و مرجعِ خاص و عام گردید، و بر طریقۂ پیرِ خود حضور زندگانی کرد۔ در حینے کہ اُمرای دولت آباد از سلطان محمد یاغی و وزیرہ اسمٰعیل مخ را بہ سلطنت برداشتند، و سلطان محمد از دہلی برای مدافعۂ این فتنہ بہ دولت آباد آمد، سلطان اکثر متوطنانِ دولت آباد را ہمراہ

---

[1] مطابق ۳۶-۱۳۳۵ء۔ [2] مطابق ۲۴ نومبر ۱۳۳۶ء

یکی از امرا بجانبِ دہلی رواں ساخت، و با شیخ زین الدین ہم این سلوک پیش آورد۔ امیر حسین صاحب ہدایۃ القلوب گوید: آدینہ ماہ ذی الحجہ[1] سنہ سبع واربعین وسبعمأتہ (۷۴۷ھ) بندگی مخدوم بسلامت جانبِ دہلی مصاحبِ لشکرِ سلطان محمد روان شد، بندۂ کمینہ و چندیارِ دیگر تا حد ایلورہ برسانیدن رفتیم۔ انتہی۔ و بعد وصولِ دہلی مزاراتِ بابرکات آنجا را زیارت کرد، و شیخ نصیر الدین محمودؒ و دیگر خلفای سلطان المشائخ و اکابرِ دہلی را ملاقات نمود، و فیضہا برگرفت، و خلقِ کثیر در حلقۂ ارادت درآمد۔ از انجملہ شیخ الاسلام صدر الدین مفتیِ دار الخلافہ دہلی کہ از ابنای شیخ شہاب الدین سہروردیؒ بود، و مولانا نور الدین امام شیخ، در بارہ او فرمود: نَوَّرَکَ اللّٰہ فِی الدَّارَیْن۔ و او چند جزءِ کلام اللہ را بخدمتِ شیخ تصحیحِ قرأت نمود و بہ امامتِ نماز مأمور گشت۔ ارشاد المریدین تصنیفِ اُو است۔ راقم الحروف آن را مطالعہ کرد۔ کتابی است لطیف، متضمنِ مطالبِ عالیہ و مقاصدِ غالیہ۔ طالبان را باید کہ این کتاب را با خود نگاہدارند و بر آن کاربند شوند۔

منقول است کہ روزِ دوشنبہ سلخ شہر ربیع الاول[2] سنہ تسع واربعین وسبعمأتہ (۷۴۹ھ) شیخ فرمود کہ دو ماہ شد کہ ہر روز یک کلام اللہ بروحِ پرفتوحِ سلطان المشائخ می کنم و ہر بامداد بعد ادای صلوٰۃِ فجر پایانِ روضۂ مقدسہ مشغول می باشم، امروز بہ عنایتِ ربّ العالمین جلّ شانہ و دستگیریِ شیخ الاسلام برہان الدینؒ کہ مرا باین درگاہ تفویض فرمود، قرا و ان فضل و کرم مشاہدہ کردم، و این بیت از مرقدِ مطہر سلطان المشائخ استماع نمودم ؎

بیا ساقی ز حسنِ خود کہ جانم از تو آسودہ است
تو حسنِ من برافزودی خدا حسنت بیفزاید

آخر الامر سلطان محمد از تتہ (ٹھٹھہ) در بارۂ شیخ نوشت کہ ما ایشان را محتاج کردیم، اگر خواہند بدہلی اقامت ورزند و اگر خواہند بحرمین محترمین شرفہما اللہ تعالیٰ تشریف برند۔ زاد و راحلہ مہیا کردہ بشود، و اگر خواہند رجوع بہ دولت آباد کنند۔ سلطان محمد عنقریب در نواحی شہر

---

[1] مطابق مارچ ۱۳۴۷ھ (روز آدینہ در ۱۶، ۲۳، ۳۰ مارچ و ۶ اپریل واقع شدہ) [2] مطابق ۳۰ جون ۱۳۴۸ء

فوت کرد[1] - سلطان فیروز بر تخت فرمانروائی نشست[2]، و بر جناحِ استعجال سایهٔ وصول بر ساحتِ دہلی افگند و ہر دہم[3] ماہِ صفر یوم الاثنین و سبعین[4] و سبعمائة (۷۷۲ھ) شرفِ خدمتِ شیخ دریافت، والتماس کرد کہ دہلی را بہ اقامتِ خود مشرّف سازند۔ شیخ فرمود، ای خداوندِ عالم! امرا بگذار کہ بر آستانۂ خواجۂ خود یعنی شیخ برہان الدینؒ بمیرم۔ رعایتِ شما در بارۂ من ہمیں است۔ سلطان روزِ دیگر سامانِ سفر نقد و جنس ارسال داشت۔ شیخ زین الدینؒ بقصدِ زیارتِ مرقدِ منورِ شیخ فریدالدین گنج شکرؒ ارادۂ اجودھن کرد۔ شیخ نصیرالدّین محمودؒ و دیگر خلفای سلطان المشائخ و اکابر و شاہزادہا و اُمرا، تا حوضِ شمسی بمشایعت بر آمدند۔ شیخ نصیرالدین محمودؒ بر کنارِ حوضِ شمسی مستقبلِ قبلہ نشستہ دعائی فرو خواند و عمامہ از فرقِ شیخ زین الدینؒ برداشتہ عمامۂ خود را بر سرِ او گذاشت و بعضی تبرکات از سلطانُ المشائخ و از خود تسلیم نمودہ بتودیع پرداخت۔

شیخ زین الدینؒ بہ اجودھن روان شد۔ روزِ داخل شدنِ اجودھن صاحبِ سجّادہ شیخ محمد[5] بن شیخ علاء الدین بن شیخ فریدالدین گنج شکرؒ قدّس اللّٰہ اسرارہم بر طبقِ بشارت و اشارتِ شیخ فریدالدینؒ باستقبال بر آمد و با وجود کبرِ سن کہ عمرِ گرامی از صد متجاوز بود، ادب و احترام در اقصٰی غایت بجا آورد۔ شیخ زین الدین سہ شبانہ روز در گنبدِ شیخ فریدالدینؒ در بستہ مشغول ماند۔ غیر از اوقاتِ نماز بر نمی آمد، و در شبانروز چہار قرآن ختم می کرد۔ در عرصۂ سہ روز مجموع دوازدہ قرآن ختم کرد، و قریب یک ماہ در اجودھن اقامت ورزید۔ وقتِ رخصت صاحبِ سجادہ بعضی تبرکات شیخ فریدالدینؒ عنایت فرمود، و تا یک منزل مشایعت نمود۔ شیخ زین الدینؒ در حینِ معاودتِ دکن بعزمِ زیارتِ خواجۂ بزرگ معین الدینؒ راہِ اجمیر گرفت، و بعد وصولِ آن مقامِ واجب الاحترام یک ہفتہ در روضۂ مقدسہ خلوت گزید، و روزی

---

[1] سلطان محمد بن تغلق در سنہ ۷۵۲ھ/۱۳۵۱ء فوت کرد۔ [2] سلطان فیروز شاہ تغلق در سنہ ۷۵۲ھ/۱۳۵۱ء بر تخت سلطنت نشست۔ [3] مطابق ۹ ستمبر ۱۳۷۰ء [4] این سال ۷۷۲ھ محل نظر است زیرا کہ در سطور آیندہ می نویسد: "شیخ نصیرالدین ... بمشایعت بر آمدند" و رحلت شیخ نصیرالدّین محمود در سال ۷۵۸ھ معلوم است۔ محتمل کہ ۷۵۲ باشد [5]

Marfat.com

چہار ختم مجموع بیست و ہشت قرآن ختم کرد، و فیوضاتِ فراوان اندوخت، و مردم بسیار بسعادت ارادت مشرف شدند، از انجا متوجّہ دکن گردید، و بعد از طیِ مراحل و قطعِ منازل دولت آباد را بمقدمِ فیض توأم رشکِ بہشتِ برین ساخت۔ درین ایام خلایقِ آن دیار قاطبةً رجوع آوردند وسلاطین و اُمرا غاشیۂ عقیدت بردوش کشیدند۔

ہنگامی کہ بہرام خان مازندرانی حاکمِ دولت آباد بغی ورزید، و سلطان محمد شاہ بہمنی لشکر کشید، و بہرام خان از معرکہ روتافتہ خود را بسرعتِ برق و باد بہ قلعۂ دولت آباد رسانید، و سلطان ایلغار کردہ بہ ڈوکروہی دولت آباد رسیدہ در فکرِ محاصرہ شد، بہرام خان در گردابِ حیرت اُفتاد و شب لباس را تغیّر دادہ بہ منزلِ شیخ زین الدینؒ رفت و چارۂ کار پرسید کہ اگر فرمان شود قلعہ را گرفتہ اَعلامِ مدافعت برافرازم و اگر امری دیگر سزاوارِ حال باشد، ایما شود تا بدان قیام نمایم۔ شیخ فرمود: اَلمُستَشارُ مُوتَمِنٌ آنچہ بہبودِ شما دران است می گویم، بہ قلعہ در آمدن و در بر رُوی خود بستن از حزم و عاقبت اندیشی مستبعد است۔ زن و فرزند را ہمراہ گرفتہ از اموال و اسباب قطعِ نظر باید کرد، و توقّف را مستلزمِ ہلاک دانستہ ہمیں ساعت راہِ گجرات پیش باید گرفت۔ بہرام خان در منزلِ شیخ نشستہ زن و فرزند را پیغام فرستاد کہ جریدہ بی درنگ بیایند تا زیارتِ شیخ کردہ از انفاسِ متبرکہ استمدادِ ہمت نمودہ باز بہ قلعہ در آئیم۔ متعلّقان و ملازمانِ او کہ محلِ اعتماد بودند، معاملہ را فہمیدہ در ساعت اسپان را زین کردہ، و مردمِ ضروری را سوار کردہ بہ منزلِ شیخ آوردند، و شیخ دستِ مبارک بر پشتِ بہرام خان کشیدہ گفت، سوار شو بتوفیقِ اللہ سلامت شاملِ حالِ شما خواہد بود۔ بہرام خاں متوجّہ گجرات شد۔ سلطان محمد شاہ بر فرار آگاہی یافتہ تا سرحدِ گجرات ایلغار نمود، و چون بہ گریختگان نرسید، غضب ناک بہ دولت آباد برگشت، و این معنی با شیخ زین الدینؒ علاوہ رنجشِ سابق گردید، چہ پیش ازین در اوّلِ سلطنت ہمہ مشائخ حاضرانہ و غائبانہ با سلطان محمد شاہ بیعت کردند مگر حضرت شیخؒ کہ بواسطۂ شُربِ خمر و ارتکابِ مناہی با او بیعت نکرد و گفت، سزاوارِ ریاستِ خلق کسی است کہ در حفظِ شعارِ ملّتِ نبوی کوشیدہ سرّاً و علانیةً پیرامونِ مناہی نگردد۔ سلطان بعد معاودت از تعاقبِ بہرام خان حاجبِ خاصِ خود را نزدِ شیخ فرستاد کہ در مجلسِ من حاضر شود،

Marfat.com

بعدازان قاضیِ شہر را فرستاد کہ بہر نوع شیخ را نزدِ من بیارد و اگر نیاید بر خلافِ من اقرار کند و دستخط ہم ثبت نماید۔ شیخ جواب داد کہ وقتی سیّدی و دانش مندی و مخنثی بدستِ کفار افتادند۔ رئیسِ کفار گفت ہر کہ بُت را سجدہ کند او را امان دہند و الّا گردن زنند۔ اول دانش مند را تکلیف کردند، دانش مند بر آیۃ کریمہ " اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ "[۱] عمل کردہ بُت را سجدہ کرد، بعدازان سیّد را تکلیف نمودند، سیّد گفت، حجتی کہ دانش مند بیان کرد حجتِ من ہم ہست وَمَعَ ذٰلِكَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم جدّ من است۔ مرا نگذارد، و سجدہ بتقدیم رسانید۔ چون نوبت بہ مخنّث رسید، گفت تمامی عمرِ من در ارتکابِ اعمالِ ناشایستہ گذشت، نہ دانش مندم نہ سیّد و سرمایۂ من جز " لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ " نیست، اگر این را از دست دہم فردا حالِ من چہ باشد، اگر سر از تن جدا کنند من بُت را سجدہ کردنی نیستم۔ شیخ بعد از بیانِ این حکایت فرمود، من مخنّث بلکہ بدتر ازان مخنّث اگر در مجلسِ تو حاضر شوم، بخلافِ تو اقرار نمایم، چون این حرف بہ سلطان رسید، در خشم شد۔ قاضیِ شہر را فرمود، شیخ را بگو کہ در شہرِ من نباشد۔ شیخ بی توقف مصلیٰ بر دوش انداختہ متوجہ روضہ مقدسہ شد، و در پایینِ مرقدِ شیخ برہان الدینؒ قدس سرہٗ مصلیٰ بینداخت و بنشست و گفت: حالا مرد باید کہ مرا ازینجا بجنبانَد"۔ سلطان از تشدّدی کہ کردہ بود پشیمان گشت و بخدمتِ شیخ گفتہ فرستاد کہ طرفی فرونَد۔ بعدازان شیخ در روضہ اقامت کرد۔ کرّتی دیگر سلطان محمد بدستِ خود بیت نوشتہ مصحوبِ صدر الشریعۃ نزدِ شیخ فرستاد ؎

من زانِ توام تو زانِ من باش
خوش باشد عشقِ اتفاقی

شیخ گفت: " اگر سلطان محمد شاہ غازی در حفظِ مراسمِ شریعتِ محمّدی بکوشد، و شراب خانہ ہا از ممالکِ محروسہ بر اندازد، بطریقۂ پدر عمل کند، و در حضورِ خلق شراب نخورد، و قُضاۃ و علماء و صُدور را امر نماید کہ در امرِ معروف و نہی منکر جہد جمیل نمایند از زین الدینؒ فقیر دوست تر

---

[۱] سورۃ النحل آیۃ ۱۰۶۔

Marfat.com

کسی نخواہد بود"، واین رباعی بدستِ مبارک نوشت ؎

تامن بزیم بہانہ جوئی نکنم　　جز نیک دلی ونیک خوئی نکنم

آنہا کہ بجای من بدیہا کردند　　گردست رسد بجز نکوئی نکنم

سلطان محمّد شاہ از خطابِ غازی کہ بزبانِ اقدس جاری شد، خوش دل گردید۔ حکم فرمود کہ آن را بر القابِ او بیفزایند، وبی آنکہ دران وقت میانِ ایشان ملاقات واقع شود بگلبرگہ مراجعت نمود، ودوکانہای شراب فروشی از جمیعِ ولایت دوٗر کردہ در ترویجِ شریعت غرّا مساعیِ جمیلہ مبذول داشت، ودزدان ومُفسدانِ دکن کہ مشہورِ آفاق بودند، وقطعِ طریق شعارِ خود ساختہ رواحل وقوافل می زدند، ہمگی ہمّت بدفعِ آنہا گماشتہ بحکّام اطراف اشارت فرمود کہ حدودِ خود را از دزدان ورہزنان پاک ساختہ، سرہا را جہتِ عبرت ومجرای خدمت روانہٴ درگاہ سازند، وحکام حسب الامر بہ مساکنِ دزدان درآمدہ۔ در مدّتِ شش ہفت ماہ اثری دزدانِ طائفہ واجب الدفع نگذاشتند، وقریب بیست ہزار سرِ دزد وحرامی بگلبرگہ آوردہ درحوالی شہر ازان سرہا چبوترہا بستند، وراہ ہا از دستبُردِ رہزنان ایمن گشت۔ ازانجا کہ سلطان محمد این کارہا محض برای خوشنودیِ خاطرِ شیخ زین الدینؒ بظہور می رسانید، ہر آینہ پیوستہ با حضرتِ شیخ ابوابِ مراسلات ومکاتبات مفتوح داشتہ، لوازمِ اخلاص واعتقاد بجا می آورد۔ شیخ نیز از امرِ معروف ونہیِ منکرِ اُو خوش حال شدہ ہمیشہ مکاتباتِ تلطّف بقلم درمی آورد۔

ملک راجہ مُبدیٴ سلاطینِ فاروقیہ، برہان پور مریدِ شیخ زین الدینؒ است، واز وخرقہٴ ارادت واجازت یافت۔ ملک راجہ در اوائلِ حال از پیش گاہِ فیروز شاہ فرمانروای دہلی بحکومت تہالنیر[1] من مضافاتِ خاندیس سرفرازی یافتہ در سنہ اثنین وسبعین وسبعمائۃ (۷۷۲ھ) بآن سرحد شتافت وبحسنِ تدبیر وضربِ شمشیر راجہا وسرانِ آن ملک را مطیع ومنقاد فرا ساخت، ورفتہ رفتہ دست گاہِ سلطنت بہم رسانید، ودرسنہ احدی وثمان مائۃ (۸۰۱ھ) جہانِ فانی

---

[1] ملک راجا در ۷۷۲ھ/۱۳۷۰ء برتختِ سلطنت نشست[2] مطابق ۱۳۷۰ء

Marfat.com

را وداع نمود و پسر بزرگ خود نصیر خان را ولی عہد ساخت و خرقۂ ارادت و اجازت کہ از شیخ زین الدینؒ یافتہ بود، باو تفویض کرد۔ و ہم چنیں در مدتِ دویست سال و کسری، کہ بادشاہی خاندیس در آن خاندان بود، خرقۂ ارادت و اجازت بطناً بعد بطنٍ ہر کہ ولی عہد می شد باو می رسید۔ تا آنکہ بہادر شاہ بن راجہ علی خان کہ ختمِ آن ملوک است آن خرقہ یافت، و نصیر خان شہر برہان پور بر کنارۂ آب تاپتی بنام شیخ برہان الدینؒ غریب و مقابلِ آن زین آباد آن طرفِ آب بنام شیخ زین الدینؒ در یک روز بنا نہاد و ببرکتِ حضرتین علیہما الرحمۃ و حسن اعتقادِ نصیر خان معموریِ شہر برہان پور در اندک فرصت بحدّی رسید کہ شرح و وصف نتوان کرد، و امروز باقی است، و زین آباد ہم قصبۂ عظیم شد۔ امیر حسینؒ یکی از مریدانِ شیخ زین الدینؒ ملفوظاتِ شیخ را جمع کردہ مسمی بہ ہدایت القلوب، پارۂ ازان کتاب درین جریدہ نقل کردہ می آید۔

امیر حسین گوید، شبی بندۂ کمینہ پرسید کہ این بیت چہ معنی دارد ؎

کَفیٰ حُزْنًا بِاَنْوَالِہِ الصَّبِّ اَنْ یَرٰی
مَنَازِلَ مَنْ یَّھْوِیْ مُعَطَّلَۃً قَفْرًا

بس است غم عاشقِ دیوانہ این کہ بیند منازلِ محبوب را از محبوب خالی۔ فرمود مشائخ برای این نشستہ اند کہ باطنِ مریدان را بذکرِ حق معمور گردانند، بلکہ بحق "لایسعنی ارضی ولاسمائی ولکن یسعنی قلب عبدی المومن"، چون باطنِ کسی بحق یا بذکرِ حق معمور گشت فہو المراد، و اگر نعوذ باللہ معطل ماند ہیچ مصیبت و حُزن بالاتر ازان نباشد۔ مردی پرسید معنی این دو بیت چیست : ؎

عَاذِلَ الْعَاشِقِیْنَ دَعْ فِئَۃً
اَضَلَّھَا اللّٰہُ کَیْفَ تُرْشِدُھَا[1]
وَفِیْ فُؤَادِ الْمُحِبِّ نَارُ ھَوًی[2]
اَحَرُّ نَارِ الْجَحِیْمِ اَبْرَدُھَا[3]

---

[1] دیوان المتنبی ص ۱۹۶-۱۹۷۔ الجزء الاول۔ تالیف عبدالرحمٰن البرقوقی المطبعۃ الرحمانیہ بمصر ۱۳۴۸ھ / ۱۹۳۰ء [2] ففی ۱/۱۹۶ [3] نارُ جوی ۱/۱۹۶

احقر العباد آزاد گوید، ہر دو بیت از ابی الطیب مُتنبی شاعرِ مشہور عرب است۔ ترجمہ اش این
کہ ای ملامت گرِ عاشقان، بگذار گروہی را کہ گمراہ کرد ایشان را خدای تعالیٰ چگونہ راہ می نمائی
آن گروہ راہ، و در دلِ عاشق آتشِ عشق است کہ کمترین آتشِ دوزخ سرد ترین آتشِ عشق
است۔ امیر حسین گوید، حضرت شیخ فرمود: آتشِ دوزخ با آتشِ عشق کجا برابر آید۔ ابراھیم
علیہ السلام را گفتند، نمرود آتشی عظیم افروختہ است۔ ترا دران آتش خواہد انداخت، گفت
چہ باک: "نَارُ قَلْبِي أَحَرُّ مِنْ نَارِ نَمْرُوْدٍ۔" وچون فردای قیامت بر حکم وعدہ "لَأَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ"[1]
دوزخ را انداکنند، کہ "هَلِ امْتَلَأْتِ" دوزخ گوید "هَلْ مِنْ مَزِيْدٍ"[2] پس جملگی مومن وکافر
را در آرند کہ "وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا"[3] چون دوزخ نورِ مومنان بہ بیند بگریزد و فریاد کند کہ
"جُزْ يَا مُؤْمِنُ فَإِنَّ نُوْرَكَ أَطْفَأَ نَارِي" یعنی بگذر ای مومن۔ پس بدرستی کہ نورِ تو خاموش کرد
آتشِ مرا، پس مومنان بگذرند و آتش در کافران چسپد۔

فرمود، کسانی کہ در طلبِ دنیا گردِ ہوا و حرص می پویند، بستورِ خراس می مانند، پردہ ہای
غفلت در دیدہ شان فروکشیدہ اند، می دانند کہ مگر راہے قطع کردہ اند، چون ناگاہ پردہ برانند
خود را ہم در قدم گاہِ نخستین یابند "قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِيْنَ أَعْمَالًا ۝ الَّذِيْنَ ضَلَّ
سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا"[4] فرمود: نصیحت
بطریقِ کنایہ باید گفت، بحکایتے ونظیرے حسب الحال کسی و چون صریح گویند، خصومت باشد
نہ نصیحت، چہ نصیحت است، وفضیحت، وخصومت؛ آنچہ در خلا گویند نصیحت، وآنچہ در ملا
گویند، فضیحت، وآنچہ صریح گویند خصومت۔ سلطان المشائخ نظام الدینؒ فرمود: "كَلَامُنَا
إِشَارَةٌ فَإِذَا صَارَ عِبَارَةً صَارَ جَفَاءً" یکی پرسید، اگر مردی جائے پیوند داشت، وآن پیر را
باطل دید، با دیگری پیوند تواند کرد؟ فرمود: اُورا فرض است با دیگری پیوند کردن، زیرا کہ

---

[1] لَأَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ أَجْمَعِيْنَ (سورۃ الاعراف آیۃ ۱۸) [2] يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ
وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَزِيْدٍ (سورۃ قٓ آیۃ ۳۰) نیز سورۃ ہود آیۃ ۱۱۹) (و سورۃ السجدۃ آیۃ ۱۳) (و سورۃ
صٓ ۸۵) [3] سورۃ مریم آیۃ ۷۱، [4] سورۃ الکہف آیۃ ۱۰۳

Marfat.com

اگر مردے سمتی نماز می گذارد، چون دانست کہ قبلہ سمتِ دیگر است، ہم بران سمت ماندن روا نباشد، و مقصود از قبلہ توجہ بحق است، کہ ابراہیم علیہ السلام گفت: "اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ[1]"، وحق از جہات منزہ است و چنان کہ کعبہ قبلۂ ظاہر است، محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم قبلۂ باطن۔ ہر کہ توجہ با آنحضرتؐ کرد، "اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ[2]"، "وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ[3]"، "اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ[4]"، وہم چنین صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم: "اَصْحَابِیْ كَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ"، و آنانکہ نورِ متابعتِ رسول علیہ السلام یافتہ اند، ہر یکی قایم مقامِ مصطفیٰؐ و قبلۂ طالبانِ خدا است۔ و این طائفہ را علامتی است کہ با وجودِ حلم و رفق در ایشان ہیبتے باشد، چنانکہ باری تعالیٰ پیغمبر را علیہ الصلوٰۃ والسلام خطاب می کند: "لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَیْهِمْ لَوَلَّیْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا[5]"۔ اما کسانیکہ شیخی را از خود گرفتہ اند، و از شیخی کامل نیافتہ، قبلہ نیستند، متابعتِ ایشان محض ضلالت است ؎

این ہمہ شیخانِ خزائن پرست
برہمنانند بُتِ زر پرست

فرمود: در کارِ دین متابعتِ بہترے از خود باید کرد، و این ظاہر است، و در کارِ دنیا متابعتِ کمترے از خود؛ مثلاً مردی دولیست تنکہ حاصل دارد، اگر او خواہد بر طریقِ کسی زندگانی کند کہ چار صد تنکہ حاصل دارد... و فضیحت شود، پس اُورا باید کہ بطریقِ کسی رَود کہ صد حاصل دارد۔ صد تنکۂ دیگر در صدقات و خیرات دہد، تا ہم دنیا خوش گذرد و ہم دین۔ فرمود: نیک مردان تربیتِ مُریدان از عورتِ مُرضِعہ آموختہ اند، اگر مُرضِعہ از ناخوردنیہا پرہیز کند، مزاجِ فرزند صالح شود، و الا آن جملہ در فرزند اثر کند۔

---

[1] سورۃ الانعام آیۃ ۷۹ [2] سورۃ الفتح آیۃ ۱۰ [3] سورۃ النساء آیۃ ۸۰

[4] سورہ آل عمران آیۃ ۳۱ [5] سورۃ الکہف آیۃ ۱۸

Marfat.com

فرمود: مردانِ خدا بتعلّم الٰہی چیزہا گویند کہ در علم و عقلِ خلق نگنجد، لاجرم تکفیر و تضلیل کنند۔

کاروان از مصر بیرون آمد، مہتر یعقوب در کنعان خبر داد کہ "اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنَ" [۱]، اُورا گفتند: "تَاللّٰہِ اِنَّکَ لَفِیْ ضَلٰلِکَ الْقَدِیْمِ" [۲]، سوگند خوردند و "اِنَّ" و "لَامِ" تاکید در آوردند، و ضلال را بقدم وصف کردند۔ دیگر قصۂ موسیٰ و خضر در نبوتِ خضر اختلاف است۔ بعضی نبی گفتہ اند و بعضی ولی، و موسیٰ علیہ السّلام پیغمبرِ مُرسَل صاحبِ شریعت، و کلیم اللہ، و باچندین کمالات از خضر علیہ السّلام صحبت خواست، جواب یافت: "اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا" [۳]، اِنَّ برای تحقیق است، و لَنْ برای نفی تاکید۔ بکدام علم این چنین حکم توان کرد؟ موسیٰ علیہ السّلام می گوید: "سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِیْ لَکَ اَمْرًا" [۴]، باچندین وفورِ علم بانْ شاءَ اللہ مقیّد می کند، و خضر بی تأمّل حکم می کند؛ و سہ جا این امر را مکرر می سازد۔ آخر ہمان شد کہ خضر علیہ السّلام گفتہ بود ؎

قُلُوْبُ الْعَاشِقِیْنَ لَھَا عُیُوْنٌ
تَرٰی مَا لَا یَرَاہُ النَّاظِرُوْنَا

فرمود: ہرکہ قناعت را ترک دہد و بحرص مبتلا شود، شیطان اُورا سنگِ فلاخن سازد، ہر جانب کہ خواہد بدواند۔ فرمود: نانِ تُنک پختہ می شود و دُوتو، و نانِ سطبر نہ پختہ می شود و نہ دُوتو۔

فرمود: محمول آن باشد کہ حق تعالیٰ فرماید: "وَحَمَلْنٰھُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ" [۵] و بخود اضافہ می کند کہ ما برداشتیم ایشان را در مُلک و ملکوت، و این را در علم ظاہر مثال است۔ درخت میوہ دار دُو نوع است، بعضی تنہ دار و قوی، چون خرما و نغزک، کہ بارِ خود را خود حامل است، و بعضی بی تنہ و ضعیف چون انگور کہ بارِ اُو دیگری حامل است، ہرکہ کارہای خود را بحق حوالہ می کند، ضرورت اُورا برگیرند و اُفتادہ نگذارند، و از ہمہ حال و مقامات بگذرانند، و حامل او

---

[۱] سورۃ یوسف آیۃ ۱۲ [۲] ایضاً آیۃ ۱۲ [۳] سورۃ الکہف آیۃ ۶۷، ۷۲، ۷۵
[۴] سورۃ الکہف آیۃ ۶۹ [۵] سورۃ الاسراء آیۃ ۷۰۔

Marfat.com

عنایتِ حق باشد۔ فرمود: وقتی پیش دانش مندی تعلم می کردم، روزی شکایتِ ابنای روزگار درمیان آمد، دانش مند فرمود: مولانا زین الدّین این عالمِ کون وفساد است، در اینجا راحت می طلبی ؟ لا قصۂ دیروزه بشنو، در خانۂ ما درختی است، گُل بسیار کرده است، از سببِ شیرینی ولذّتی که در مادّۂ گلها است، پرندگانِ حقیر ضعیف بیرون از قیاس جمع آمده بودند۔ کنجشکان پیدا شدند، و آن پرندگانِ ضعیف را خوردن گرفتند۔ ناگاه گربه که درخانه بود قصدِ کنجشکان کرد۔ کنجشکان ترسیده پریدند۔ ناگاه سگی آمد و قصدِ گربه کرد۔ گربه گریخت۔ پسرک برخاست و از سببِ گربه سگ را رنجانید، من می خواستم که از سببِ سگ پسرک را رنجانم، مادرِ او نگذاشت اکنون ببین مولانا مرا مطلوبی دیگر، پسرک را مقبولی دیگر، مادرِ او را مطلوبی دیگر،" وَهَلُمَّ جَرًّا۔ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ [1]

فرمود: هر کسی را در عزلت نیّت مختلف است۔ ادنیٰ اینکه از شرِ خلق خلاص یابد، و ازین یک پایه بالاتر که شرِ خود از خلق دُور تر دارد۔ فرمود: اَلصُّوْفِيُّ لَا يُجَاوِزُ هَمُّهٗ مُصَلَّاهُ، یعنی همه همّت و نهمتِ او جز بندگیِ خدا تعالیٰ نباشد۔ فرمود: "کلماتُ المشائخ جُنُوْدُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ" سالکان بدین جنود بر نفس و شیطان و اعدا ظفر یافته اند۔ فرمود: حق تعالیٰ خواجگانِ ما را همه وقت یاری کرده است: "وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ" [2]۔ فرمود: بندگان را از جنابِ باری تعالیٰ سراسر ابتلا است، مثلاً چون بَول بیرون آید، وضو فرمود، نجاست جای دیگر و شُستن جای دیگر، اگر مخرجِ بَول نشویند روا باشد، زیرا که کم از درمِ شرعی است۔ و چون منی بیرون آید غسل فرمود، حکم شد که تَحْتَ كُلِّ شَعْرَةٍ جَنَابَةٌ۔ بَول باتّفاق نجس در خروجِ آن وضو است، و منی باختلاف طاهر، در خروجِ آن غسل است۔ تا معلوم شود که سراسر ابتلا است۔ فرمود: لَا تَزِنِ الْخَلْقَ بِمِيْزَانِ نَفْسِكَ وَزِنْ نَفْسَكَ بِمِيْزَانِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِتَرٰى فَضْلَهُمْ وَاِفْلَاسَكَ" یعنی وزن مکن، خلق را بترازوی نفسِ خود، وزن کن نفسِ خود را، بترازوی اربابِ یقین، تا ببینی افزونیِ سرمایۂ ایشان و تہی دستیِ خود۔"

---

[1] الانعام ۹۶، سورۂ یٰسین ۳۸، سورۂ فُصّلت ۱۲ [2] وکانَ حقًا علینا نصرالمومنین (سورہ الروم آیت ۴۷)

Marfat.com

عزیزی از مریدان شیخ زین الدین ح اولاً کتابی نوشت مسمّیٰ بدلیل السالکین مشتمل بر کلماتِ قدسیہ، وثانیاً کتابی در سلکِ تحریر کشید نامش حبّۃ القلوب من مقالِ المحبوب، وثالثاً کتابی تالیف کرد و حبّۃ المحبّۃ نام نہاد۔ بعد مراجعتِ شیخ از دہلی۔ این نسخہ بنظرِ راقم الحروف رسیدہ۔ فوائدِ بیست و پنج ملاقات در قیدِ قلم آوردہ۔ آغازش، ہفتم ماہ رجب سنہ خمس وخمسین وسبعمائۃ (۷۵۵ھ) تا آخرِ ایّام حیاتِ شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ در آنجا می نویسد: لختی سخنی در عشق ومحبت اُفتاد، فرمود: ؎

زعقل اندیشہ ہا زاید کہ مردم را بفرساید
گرت آسودگی باید برو عاشق شوای غافل

پس چہ باید کرد؟ در حصولِ عشق باید کوشید! و در پناہِ عشق باید افتاد، تا از ہمہ آفتہا ومحنتہا نجات یابند۔ وہیچ راہے سوی حق نزدیکتر از راہِ عشق نیست۔ بوالفضول سوال کرد: عشق عطائی است یا تحصیلی؟ فرمود، ارسالِ انبیاء وتنزیلِ کتب واظہارِ اولیاء ہمہ برای تعلیم وتحصیلِ عشق است۔ بی نورِ اتّباعِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم وبی نورِ ولایتِ شیخ این راہ نتوان یافت۔ زیراکہ شیاطین الجنّ والانس را نہایت نیست۔ بی نورِ ولایت یک قدم برداشتن ندہند، "قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ"[۱] بعد رُو بآن بوالفضول کرد کہ آنچہ شما فرمودید آن ہم ہست۔ امّا آن راچندان بقا نباشد، زیراکہ در حمایتِ نورِ ولایت ونبوت نیست۔ متابعانِ ولایت ونبوت از صفتِ ضلال فارغ اند: اِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ،[۲] سخن درین اُفتاد کہ مجرّد را چندان تعلّقی نیست۔ فرمود بزرگی بود گربہ داشت ہر بار طعام کہ پیشِ آن بزرگ می کشیدند گربہ ایستادی و فریاد نکردی، روز طعام پیشِ آن بزرگ کشیدند۔ یارانِ دیگر ہم بر سرِ طعام نشستہ بودند گربہ آمد وجست، قطعۂ گوشت از کاسہ ربود۔ آن بزرگ گفت: گربہ حرکتی غیر عادت کرد، تفحّص کنید، یاری در پے رفت، دید کہ بچہا آوردہ است۔ باز آمد وحالِ آن گربہ باز گفت، آن بزرگ

---

[۱] سورۃ آل عمران آیۃ ۳۱ [۲] سورۃ الشوریٰ آیۃ ۵۲

Marfat.com

فرمود: تا آن ساعت که تنها بود التفات بهیچ سونمی کرد، اکنون که بچّها آورد فضیحت بیند۔ سختی در حیلہ اُفتاد۔ فرمود: حیله که دران شرّ مطلوب نباشد، مشروع است، چنان که اگر مردی را طلب آمده باشد، و اورا ملاقات مطلوب نیست، از سبب مخالفتِ طبع یا چو غیبت و نمیمه یا ترکِ اَوراد۔ و اُو غلامی را فرستد۔ آن غلام دست بر دیوار یا در نهد و گوید خواجه اینجا نیست؛ و در دل اشارت بسوی دستِ خود کند، یا خواجه بر اسپی سوار شود و گویند خواجه سوار شده است، این چنین حیله درست باشد۔ امّا حیله که اہلِ شرّ در ا(ن) مطلوب باشد حرام است۔ این ہر دو را نظیر در کتاب اللہ است۔ مشروع در قصۂ مہترِ ایوّب علیہ السّلام که اگر حد اقامت کند ظلم باشد، و اگر نه سوگند اُفتد۔ و ممنوع در قصۂ مہتر داؤد علیہ السلام قوم او را فرمان شد که روزِ شنبه صیدِ ماہی نکنند، دران وقت شنبه روزِ عبادت بود، چنانچه امروز آدینه۔ قوم حیله کردند و مغاکہا کافتند، شنبه ماہی پُر شدی، یکشنبه می کشیدند۔

در بابِ عمل بی ریا فرمود: درویشی بتلاوتِ کلام اللہ مشغول بود۔ دزدی را دید که درونِ خانه آید۔ آیتی برای شنوانیدنِ دزد بلند خواند۔ و دزد چون دانست که کسی بیدار است بازگشت۔ خواب بر درویش غلبه کرد۔ در خواب دید گوئی قیامت قائم و فرمان شد که اعمالِ بندگان بسنجند۔ در نوبتِ درویش چون تلاوتِ آن شب سنجیدند آیتی که بلند خوانده بود نسنجیدند، درویش گفت: این ہم تلاوتِ من است۔ گفتند: "این آیة برای حق نخواندی" فرمود: عمل ہر چند خفی باشد اخلاص دران زیادہ تر۔ وقتی درویشی در خانقاه ہیزمے از صحرا آورد، ہر چند می سوخت، آتش در نمی گرفت۔ چون تفحّص کردند، معلوم شد که درویش در آوردنِ ہیزم از تعبِ راه، دیوارِ مولانا زین الدّین را تکیه گاه ساخته بود۔ قاضی صدر الدین مفتی دار الخلافه دہلی و مُرید حضرتِ شیخ گفت، "اگر ریاضتِ جمیع مشائخ بمیزانِ امتحان سنجند کفۂ مجاہدۂ آنحضرت راجح آید، مع ہذا در حوصلۂ وسیعه قدرتی نداشت۔ شیخ زین الدّین روز یکشنبه بیست و پنجم شہر ربیع الاوّل نماز عصر سنه احدی و سبعین و سبعمائة (۷۷۱ھ) قدم به معمورۂ اُخروی گذاشت، لفظ "ملاذ" تاریخ یافته اند۔ در مرضِ موت مطلقاً چیزی تناول نکرد۔ ہمین آب می خورد۔ درین ایام نماز ہا بقیام ادا کرد، و ہیچ سنّتی و نفلی و مستحبی فرونگذاشت تا بحدّی که دستار ایستاده

Marfat.com

می بست۔ شخصی عرض کرد کہ درین محل قیام از شما ساقط است، فرمود: باری برین حدیث عمل کردہ باشم، مَن تَعمّم قاعِدًا اَوتسرولَ قائِمًا اِبتلاہُ اللہِ ببلاءٍ لَادواءَلہٗ "ہمدرین ایام شخصی عرض کرد کہ ہوای کوہِ روضہ بسیار سرد است، در خانۂ دولت آباد تشریف باید فرمود' گفت" بگذارید کہ بر آستانۂ شیخ باشم۔ آخر ہمیں جا خواہند آورد " واین بیت برخواند ؎

اگر جنازۂ سعدی بکوی دوست برند

زہے حیاتِ نکو نام و مُردنی بسعادت

روز نقلِ خواجہ شہاب خادم وبعضی یارانِ شیخ بُرہان الدینؒ مثل مولانا شمس الدّین فضل اللہ ومولانا تاج الدین احمدؒ وغیرہم حاضر بودند۔ مولانا شہاب الدین عرض کرد کہ یاران عرضی دارند' اگر فرمان شود گذارش نمایند۔ فرمود: دانستم۔ باز یاران تصریح کردند کہ وصیّتے باید کرد، وکسی را خلیفہ باید ساخت' کہ وصیّت مبارک است۔ خدمتِ شیخ برہان الدینؒ وصیّت کردہ بود۔ ساکت ماند' کسی را خلیفہ نکرد۔ واجازتِ مُرید گرفتن نداد۔ چون وقت نمازِ دیگر آمد' زمانے مغلوب شد' مولانا شہاب الدین خادمؒ پای مبارک گرفت، وعرض کرد کہ مخدوم! وقت نمازِ دیگر رسیدہ است۔ بہ مجرّد آنکہ این حرف بگوش رسید' مستعد شدہ بر مصلّٰی آمد' ونماز تمام ادا کرد' وبعد از ادای فرض سرِ مبارک بسجدہ گذاشت وجانِ شیرین بجہان آفرین سپرد ؎

اگر میسر دکسی باری باین مرگ

خواب گاہ ملایک پناہش درونِ حصارِ روضۂ مقدّسہ در مقبرۂ علیحدہ از مقبرۂ شیخ بُرہان الدین غریب قدّس سرّہٗ۔

شاہ جلال ملقب بگنجِ روان قُدّس سرّہٗ

از بزرگانِ قُدما، وخاصانِ درگاہِ کبریا است۔ قدوم او درین دیار بزمانِ قدومِ بزرگانِ چشتیہ مُقدّم می دارند ومی گویند ملفوظاتِ شیخ بتاراجِ حوادث رفت، بنابران احوالِ اُو مفقود گشت۔ امّا بزرگی وولایتِ او طبقہ بعد طبقہ بحدِ تواتر رسیدہ۔

Marfat.com

وامروز مرقدِ مُنورش مہبطِ انوارِ برکات وکعبۂ اربابِ حاجات است، وعمارتِ عالی دارد، و دردامانِ کوہ مطبوعی واقع شدہ، مُشرِف بر آب گیرِ عمیق وسیعی کہ دعویٔ ہم چشمی بامحیطِ اعظم می نمایدٗ واطرافِ آب گیر را دیوارِ سنگین زینہ دار کشیدہ اندٗ ونہایت متانت بکار بُردہ۔ ودر موسمِ برشگال این مکانِ دل نشین کیفیّتِ خاص بہم می رساند۔ وآنچہ می گویند کہ این شاہ جلال ہمان شیخ جلال الدّین تبریزی است کہ ذکرِ اُو در کتبِ مشائخ چشت بسیار واقع شدہ، وسببِ نقارِ شیخ نجم الدین صغریٰ شیخ الاسلام دہلی ازان شہر برآمدہ، اصلی ندارد۔ چہ شیخ جلال الدّین تبریزیؒ از دہلی برآمدہ بہ بنگالہ رفت، و در ہمانجا بعالمِ عقبیٰ خرامید۔ شیخ عبدالحق دہلوی در اخبارالاخیار می فرماید۔ قبرِ شیخ جلال الدین تبریزیؒ در بنگالہ است۔ مزارِ وے یتبرک بہ وشیخ غوثی حسن در گلزارِ ابرار وشیخ ابوالفضل در اکبرنامہ می نویسد کہ خواب گاہِ او در بندرِ دیومحل از بنگالہ۔

شاہ خاکسار قدّس سرّہٗ

مولدِ او بیجاپور، واز دُودمان سیادت است، سلسلۂ ارادتش بشیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ می رسد۔ باین طریق شاہ خاکسار مریدِ شاہ مہتاب، واُو مریدِ شاہ منتجب الدینؒ، واُو مریدِ شاہ رکن الدین نوریؒ، واو مریدِ شاہ امان اللہؒ، واُو مریدِ شاہ صدرالدینؒ، واُو مریدِ شاہ بدرالدین حقانیؒ، واُو مریدِ شاہ عبدالوہاب محرمِ رازؒ، واُو مریدِ سید عبدالرحمٰن شاہِ کونینؒ، واُو مریدِ سید نسیم الدینؒ صاحب دوست، واُو مریدِ سید زین العابدینؒ، واُو مریدِ سید عبدالرزاقؒ، واُو مریدِ بزرگوارِ خود حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ۔ شاہ خاکسار مجذوبؒ طور بود۔ خلائق در خدمت اُو اعتقادِ کلی داشتند۔ در کوہِ روضۂ مقدسہ سکونت اختیار کرد، و در اواسطِ سلطنتِ عالمگیر پادشاہ رختِ سفر بعالمِ باقی بربست، و در تکیۂ خود مدفون گردید۔ امروز آرام گاہش جاے باصفائے است، ودر موسمِ ابر وباران این قطعۂ زمین را امتیازی دیگر است۔ در تمام کوہستانِ روضہ ہیچ جا سبزہ باین خوبی گُل نمی کند، و در ہیچا آب گیر دل پذیر است کہ اطرافِ آن را کوہ احاطہ کردہ، مگر بر سمت برآمدِ آب کہ درین طرف سدّے بستہ اند بلند۔ ودر موسمِ برشگال این آب گیر حسنِ عجیبی پیدا

Marfat.com

می کند، گویا آئینہ ایست در موسمِ سبز، یا نگینِ الماسے است در خانۂ مینا کار۔
و ازین آب گیر نہرے عظیم کندہ بروضہ آوردہ اند، واکثر شہر را آب ازین نہر می رسد۔
مخفی نماند کہ قبرِ سلطان اورنگ زیب عالمگیر اَنَارَ اللہ بُرہانَہٗ درحظیرۂ شیخ زین الدین قدس
سرُّہ واقع شدہ۔ مآثر این پادشاہِ عالی جاہ ازغایتِ ظہور مستغنی از زبان آرائی خامہ
بیان است۔ ولادتِ اُو در سنہ سبع وعشرین والف (۱۰۱۷ھ) وجلوسِ او در سنہ تسع وستین
والف (۱۰۶۹ھ) ظلّ الحق تاریخ است۔ وانتقالِ او بجوارِ لایزال در ثمانیۃ عشر ومأتہ والف
(۱۱۱۸ھ) "عالمگیر از جہان رفت" تاریخ است۔ ودرین مکانِ اشرف دو نظام الملک مدفون اند۔
یکی نظام الملک بُرہان شاہ بحری والیِ احمدنگر، کہ احوالِ اُورا مورخین مفصّل بقلم آوردہ اند،
وفاتش در سنہ احدی وستّین وتسع مأتہ (۹۶۱ھ) اگرچہ استخوانِ اُورا بہ کربلا نقل کردہ اند۔
امّا بقیۂ جسد ہمیں جا خاک گردید، وبر مرقدِ اُو گنبد ساختہ اند، وامروز باقی است۔ ودر سالِ
مذکور سلطان محمود والیِ گجرات، واسلام شاہ فرمانروائے دہلی نیز ازین عالم رحلت کردند۔
مولانا غلام علی پدر محمّد قاسم فرشتہ صاحبِ تاریخِ مشہور گوید: ؎

سہ خسرو را زوال آمد بیک سال
کہ ہند از عدلِ شان دار الامان بود
یکی محمود شہنشاہِ گجرات — کہ ہمچون دولتِ خود نوجوان بود
دوم اسلام شہ سلطانِ دہلی — کہ در ہندوستان صاحبقران بود
سوم آمد نظام الملک بحری — کہ در ملکِ دکن خسرو نشان بود
زمن تاریخ فوتِ این سہ خسرو
چہ می پرسی "زوالِ خسروان" بود

۹۶۱ھ

دوم نظام الملک آصف جاہ بن غازی الدین خان فیروز جنگ بن عابد خان روّح اللہ ارواحہم
تا ماہیچۂ لوائے سلاطینِ اسلام بر سوادِ ہندوستان تافتہ، امیری باین جلالتِ شان بر مسندِ امارت
قدم نگذاشتہ۔ اخترِ طالعِ این صاحبِ اقبال از آغازِ عمر تا انجام، بر مدارجِ ترقّی صعود نمود، واز

Marfat.com

عہدِ عالمگیر تا عہدِ محمد شاہ در ہر عصر رکنِ رکینِ سلطنت و مدار المہام خلافت بود، و قریب سی سال بہ ایالتِ تمامی صوبجاتِ دکن پرداخت، و ممالکی کہ قلمرو چندین سلاطینِ ذوی الاقتدار بود از کنارہ دریای نربدا، تا انفصالے سبیت بندر رامیشر در قبضۂ تصرف داشت۔ و فتوحاتی کہ حیرت دیدۂ رزم آزمایانِ روزگار باشد، بعرصۂ ظہور آورد، و اربابِ استحقاق را بخیرات و مبراتِ فراوان نواخت۔ سادات و علماء و مشائخ دیارِ عرب و ماوراء النہر و خراسان و عجم و عراق و ہند آوازۂ قدردانی استماع یافتہ رؤ بدکن آوردند، و در خورِ قسمت حظّی از احسانِ عام اندوختند۔ ولادتِ او در سنہ اثنین و ثمانین و الف (۱۰۸۲ھ) و ابتدای ایالتِ دکن سنہ اثنین و ثلثین و مائتہ و الف (۱۱۳۲ھ)، و گلگشتِ بساتین بہشت، چہارم جمادی الآخرۃ روز یکشنبہ آخر وقتِ عصر سنہ احدی و ستین و مائتہ و الف (۱۱۶۱ھ) زیر خیمہ در سوادِ برہان پور واقع شد۔ نعشِ مطہرش بروضۂ مقدسہ آوردہ پایانِ مرقدِ شیخ برہان الدین غریب قدس سرہٗ مائلِ جانبِ قبلہ بخاک سپردند۔ در اوقاتِ فراغ از مہماتِ ملکی متوجہِ شعر می شد و آصف تخلص می کرد، از نتائجِ طبعِ وقّاد است: ؎

تا شہیدِ خنجرِ مژگانِ یارم کردہ اند — سُرمہ در چشمِ قیامت از غبارم کردہ اند

ولہٗ

افسوس کہ با طبعِ بتان نیست گوارا — اے باغِ وفا آب و ہوائی کہ تو داری

ولہ

از خضابم نبود مطلبِ دیگر بخیال — این قدر ہست کہ آہو نگہاں رم نکنند

و درین سال محمد شاہ فرمانروائے ہندوستان و اعتماد الدولہ قمر الدین خان وزیر اعظم نیز بعالمِ جاودانی خرامیدند، راقم الحروف گوید ؎

سہ رکنِ مملکتِ ہند از جہان رفتند — فتاد حیف سہ دُرِّ یگانہ از کفِ دہر

برای رحلتِ این ہر سہ یافتم تاریخ — "نماند شاہِ زمان باوزیر و آصفِ دہر"

۱۱۶۱ھ

و ایضاً راقم الحروف گوید بتعمیہ: ؎

Marfat.com

گشت تاریخ چون کشیدہ آہ
موت شاہ و وزیر و آصف جاہ

(۱۱۶۷ – ۶ = ۱۱۶۱ھ)

دیگر "متوجہ بہشت" تاریخ یافتہ ام۔ توافقِ اسمِ نظام الملک و توافقِ مرض و توافقِ سہ رکن عظیم الشان از کشورِ ہندوستان و توافقِ مرتبۂ احاد و عشرات یعنی احدی و ستّین و توافقِ اسمِ مورّخِ سابق و لاحق از عجائبِ اتّفاق است۔ بر ضمیرِ آئینہ نظیرِ ہوش مندانِ جلوہ نما است کہ نامہ پردازانِ را در طرحِ توالیف اغراضِ مختلفہ منظور می باشد، و خلاصۂ اغراض این است کہ اگر صاحب دلی نظرِ التفات را بر جادۂ سطورِ جولان دہد طرازندۂ نقوش را بدعاے خیر یاد آرد، و این معنی وقتی جلوۂ ظہور بر وجہ احسن می نماید کہ علم بحالِ مؤلّف حاصل باشد، بناءً علیٰ ہٰذا این زاویہ نشینِ خمول خود را روشناسِ مطالعہ کنندگان می سازد۔

فقیر غلام علی المتخلص بآزاد

الحسینی نسباً والواسطی اصلاً والبلگرامی مولداً و منشاءً الحنفی مذہباً والچشتی طریقۃً۔ در تاریخِ بیست و پنجم صفر سنہ ستّۃ عشر و مائۃ والف (۱۱۱۶ھ) لباسِ ہستی پوشیدہ و در ریعانِ آگاہی سر رشتۂ تحصیلِ علم بدست آورد، و کتبِ درسی از بدایت تا نہایت در حلقۂ درسِ استاد المحققین میر طفیل محمد بلگرامی طاب ثراہٗ مرتّب گذرانید، و لغت و حدیث و سیرِ نبوی و فنونِ ادب وغیرہ از خدمتِ قدسی منزلت، علّامہ مرحوم جدّی و اُستاذی میر عبد الجلیل بلگرامی طاب مضجعہ اخذ نمود، و عروض و قافیہ و بعضی فنونِ ادب وغیرہ از خدمتِ والا درجت میر سیّد محمد خلف الصدق علّامہ مرحوم مرقوم تلمذ کرد، و در سنہ سبع و ثلثین و مائۃ والف (۱۱۳۷ھ) شرفِ بیعت جنابِ مستطاب سیّد العارفین میر سیّد لطف اللہ المعروف بشاہ لدّہا بلگرامی قُدّس سرّہٗ اندوخت، و در سنہ خمسین و مائۃ والف (۱۱۵۰ھ) مطابق کلمہ "سفرِ خیر" از بلگرام بہ ارادۂ حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و کرامۃً بر آمد، و در سنہ احدی و خمسین و مائۃ والف (۱۱۵۱ھ) کلمۂ "عملِ اعظم" این سعادتِ عظمیٰ حاصل کرد، و در مدینہ

Marfat.com

منورہ علی منورہا الصلوٰۃ والتحیۃ بخدمت شیخنا و مولانا الشیخ محمد حیات السندی المدنی الحنفی مدّ اللہ ایام حیاتہ و افاض علینا من برکاتہ صحیح بخاری قرأت نمود، و اجازتِ صحاح ستہ و دیگر کتبِ حدیث فرا گرفت، و در مکۂ معظمہ صحبتِ شیخ عبد الوہاب الطنطاوی المصری المکی المتوفی فی سنۃ سبع و خمسین و مائۃ و الف (۱۱۵۷ھ) نوّر اللہ مرقدہ دریافت و برخی از فوائدِ علمی کسب نمود، و در سنہ اثنین و خمسین و مائۃ و الف (۱۱۵۲ھ) مطابقِ کلمۂ "سفر بخیر" عنان بجانبِ ہند معطوف داشت، و از راہِ بندر سورت سرے بدیارِ دکن کشید، و از آن سال تا حینِ تحریر این کلمات کہ سنہ احدی و ستین و مائۃ و الف است (۱۱۶۱ھ) درین دیار بطورِ وارستگی بسر می برد۔ امیدوار است کہ فردای قیامت در زمرۂ خدّام این عُرفای کرام محشور شود۔ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ أَنْتَ وَلِيِّيْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّأَلْحِقْنِيْ بِالصَّالِحِيْنَ۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

قصیدہ در بیانِ شجرۂ بزرگانِ روضۂ منوّرہ قدّس اللہ اسرارہم۔

زبانِ خامۂ مشکین کند بنامِ خدا — بنامِ سلسلۂ اولیاءِ روضہ ادا
خدیوِ ملکِ رسالت محمدؐ عربی — نثارِ اُو دُر و لعلِ درودِ بیش بہا
چرا نہ سلسلہ را منتہا علیؓ باشد — کہ ہست زیورِ زنجیرِ شیر را زیبا[1]
حسنؓ بعالمِ تاریک روشنی بخشد — چراغِ او بشبستانِ بصرہ جلوہ نما
جنابِ عبدِ الواحد یگانۂ آفاق — نظیرِ اُو نتوان یافتن بزیرِ سما
چہ حاجت است ثنا خوانی فضیل عیاضؓ — کہ فضلِ اُو ست مسلّم بغیرِ چون و چرا
در آتشِ دلِ سوزان نشستہ ابراہیمؓ — گذشت از سرِ دنیا و دولتِ دنیا
دلیلِ راہِ عبادت حذیفۂ مرعشؓ — کند پیٔ قدمش کار و بار قبلہ نما
فشاند نورِ کرامت ہبیرۂ بصریؓ — نمود بیعتِ او خلق را یدِ بیضا
بلند مرتبہ ممشاد پیرِ دینوریؓ — ز خادمانِ کمربستہ درش جوزا
زمانہ را ورع آموخت شیخ بو اسحٰقؓ — بدست آمدہ فیروزۂ فلک او را[2]

۱۔ مولوی روم می فرماید ؎ ما نداریم از قضای حق گلہ — عار نبود شیر را از سلسلہ
و امیر خسرو گوید ؎ سلسلہ بند است و شیران را بگردن زیور است
۲۔ اگلے صفحہ پر

Marfat.com

امیرِ قافلهٔ چشتیان ابو احمد رض — دهد غبارِ رهش بوی عنبرِ سارا
ابو محمدؒ صاحبِ تصرّفِ عالی — اثر کند نفسِ او بصخرهٔ صمّا
عزیزِ مصرِ کمالاتِ معنوی یوسف رض — کسی ندیده مثالش بعالمِ رؤیا
نبود جز بخدا آشنائیِ مودود رض — ازین سبب شده مودود حضرتِ مولیٰ
غلامِ درگهِ حاجی شریف خرد و بزرگ — زنند بر درِ او بوسه آفتاب و سُها
شگرف کاریِ عثمان هرونی رض بنگر — که کرد مصحفِ آیاتِ فقر را یکجا
مجدّدِ صدِ هفتم بود معین الدین رض — که کرد دینِ نبی را بملکِ هند احیا
ستارهٔ فلکِ مجد خواجه قطب الدین رض — نمود سالکِ مشتاق را سبیلِ هُدیٰ
زهی عنایتِ گنج شکر رض فرید الدین — چشانْد شکرِ عرفان بزمرهٔ فقرا
نظامِ عالمِ فقر و فنا نظام الدّین رض — گرفت کارِ ولایت زیمنِ او بالا
علوے همّتِ برهانِ دین رح تماشا کن — که کرد رایتِ ارشاد در دکن برپا
بزرگ زینتِ سجّاده شاهِ زین الدین رح — که اوست خاتمِ این خانوادهٔ والا
سوای این شجره هم خدا پرستان اند — که هست بر درِ ایشان سپهر ناصیه سا
ببین که منتجب الدین رح زر زری افشاند — بجیب و دامنِ بسیار بی نوا زرها
فروغِ انجمنِ معرفت امیر حسن رح — یگانهٔ عرفا هم سر آمدِ شعرا
ازان شده است بقتّال شهرهٔ یوسف رح — که کشت نفسِ حرون[۵۳] را بعرصهٔ هیجا
بهشت نقد توان یافتن ز خواجه حسین رح — برد ز خاکِ درش بوی گل نسیمِ صبا
جلالِ سلسلهٔ سهرورد گنج روان رح — نواخت مفلسِ بی مایه را بسیم و طلا
بیُمنِ این همه خاصان علیهم الرحمة — نصیب باد بآزاد دیدهٔ بینا

بساخت مرقدِ خود پهلوے امیر حسن
گرفت گوشهٔ آرام تا بحشر اینجا

●●

(حاشیه سابق صفحه) ۵۲ فیروزهٔ ابو اسحاقی نوعی از فیروزه۔ خواجه حافظ شیرازی فرماید ؎
راستی خاتمِ فیروزهٔ بو اسحاقی — خوش درخشید ولی دولتِ مستعجل بود
۵۳ حرون بمعنی سرکش

Marfat.com

روضۃ الاولیاءؒ

یعنی خلد آباد (مہاراشٹر) کے دس ممتاز اولیاء کے مستند حالات

•

تالیف

علامہ سید غلام علی آزاد بلگرامی

ترجمہ

پروفیسر نثار احمد فاروقی

297.6
ر 57
11840

Marfat.com